


ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

# محافل و مجالس

## (میلاد و گیارھویں شریف وغیرہ)



رسالہ

# اقامة القیامة علٰی طاعن القیام لنبی تہامة

۱۲۹۹ھ

(نبی تہامہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیلئے قیامِ تعظیمی پر اعتراض کرنیوالے پر قیامت قائم کرنا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**مسئلہ ۲۶۵** از ریاست مصطفٰی آباد عرف رامپور بضمن سوالات کثیرہ ۱۲۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجلس میلاد میں قیام وقت ذکر ولادت حضور خیرالانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کیا ہے، بعض لوگ اس قیام سے انکار بحث رکھتے اور اسے بدیں وجہ کہ

قرونِ ثلٰثہ میں نہ تھا بدعت سیئہ وحرام سمجھتے اور کہتے ہیں ہمیں صحابہ وتابعین کی سند چاہئے ورنہ ہم نہیں مانتے۔ ان کے اقوال کا حل کیا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

# الجواب

الحمد للّٰه الذی باذنہ تقوم السماء والصلٰوۃ والسلام علٰی من قامت بہ ارکان الشریعۃ الغراء سیدنا ومولانا محمد الذی قامت فی مولدہ ملٰئکۃ العلیا وعلٰی اٰلہ وصحبہ القائمین باٰداب تعظیمہ فی الصبح والمساء واشہد ان لاالٰہ الا اللّٰه وحدہٗ لاشریک لہ وان محمدا عبدہٗ ورسولہ قیم الانبیاء صلوات اللّٰه وسلامہ علیہ وعلیہم ماقامت تسبیح القیام اشجار الغبراء وسجدت للحی القیوم نجوم الخضراء اٰمین! قال القائم ببعض الضراعۃ الٰی صاحب المقام المحمود والشفاعۃ عبدالمصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی عفی اللّٰه لہ واقامہ مقام السلف الکرام البررۃ الکملۃ اٰمین۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس کے حکم سے آسمان قائم ہے۔ درود وسلام ہو اس ذات پر جس کے ذریعے روشن شریعت کے ارکان قائم ہیں وہ ہمارے آقا محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں جن کے میلاد کے وقت عالی مرتبت ملائکہ نے قیام کیا، اور آپ کی آل واصحاب پر جو صبح وشام آپ کے لئے آدابِ تعظیم کی بجاآوری میں قائم رہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، وہ انبیاء کرام کے متولی ونگران ہیں، آپ پر اور تمام انبیاء پر درود وسلام ہو جب تک غبار آلود درخت تسبیح کے ساتھ قائم رہیں اور جب تک آسمان کے ستارے بارگاہِ حی وقیوم میں سجدے کرتے رہیں، آمین! مقامِ محمود اور شفاعت کے مالک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں عاجزانہ قیام کرتے ہوئے کہتا ہے عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی، اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے اور اسے سلف صالحین کا قائم مقام بنائے۔ آمین۔ (ت)

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق اور درستگی کی ہدایت فرما۔ ت)

32 یہاں دو مقام واجب الاعلام ہیں:

**اوّلاً** اس مقام مبارک پر اپنے طور پر کُتب وفتاوائے علماء قدست اسرارھم سے حکم بیان کرنا جس سے بعونہٖ موافقین کے لئے ایضاح حق واضاحت باطل ہو، اور منصب فتوٰی اپنے حق کو واصل ہو۔

**ثانیاً** اس مغالطہ کا جواب دینا جو بالفاظ متقاربہ تمام اکابر و اصاغر مانعین میں رائج کہ یہ فعل قرونِ ثلٰثہ میں نہ تھا تو بدعت وضلالت ہوا۔ اس میں کچھ خوبی ہوتی تو وہی کرتے اس فعل اور اس کے امثال امور نزاعیہ میں حضرات منکرین کی غایت سعی اسی قدر ہے جس کی بنا پر اہلسنت و سوادِ اعظم ملت و ہزاران ائمہ شریعت و طریقت کو معاذ اللہ بدعتی گمراہ ٹھہراتے ہیں اور مطلقاً خوفِ خدا و ترس روزِ جزا دل میں نہیں لاتے۔ مقامِ افتاء اگرچہ استیعاب مناظرہ کی جا نہیں مگر ایسی جگہ ترک کلی بھی چنداں زیبا نہیں، لہٰذا فقیر مقامِ دوم میں چند اجمالی جملے حاضر کرے گا جن کے مبانی دیکھئے حرفے چند اور معانی سمجھئے تو بس جامع وبلند۔ وباللہ التوفیق فی کل حین وعلیہ التوکل وبہ نستعین والحمد للہ رب العٰلمین۔

**مقامِ اوّل**: اللہ عزوجل نے شریعت غرا بیضا ظاہرہ، باہرہ، تامہ، کاملہ، شاملہ اتاردی اور بحمدہٖ تعالٰی ہمارے لئے ہمارا دین کامل فرما دیا اور اس کے کرم نے اپنے حبیب اکرم حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صدقہ میں اپنی نعمت ہم پر تمام فرما دی۔ قال اللہ تعالٰی:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا[1]

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند فرمایا۔ (ت)

والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی من بہ انعم علینا فی الدنیا والدین وبہ ینعم ان شاء اللہ تعالٰی فی الاٰخرۃ الٰی ابد الاٰبدین۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور درود نازل ہو اس ذات پر جس کے صدقے اللہ تعالٰی نے دین و دنیا کی نعمتیں ہمیں عطا فرمائیں۔ اور ان کے طفیل ان شاء اللہ ابدالآباد تک آخرت کی نعمتیں بھی ہمیں عطا ہوں گی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۳

الحمدللہ ہماری شریعت مطہرہ کا کوئی حکم قرآن عظیم سے باہر نہیں، امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

حسبنا کتاب اللہ[1] (ہمیں قرآن عظیم بس ہے)

مگر قرآن عظیم کا پورا سمجھنا اور ہر جزئیہ کا صریح حکم اس سے نکال لینا عام کو نا مقدور ہے اس لئے قرآن کریم نے دو مبارک قانون ہمیں عطا فرمائے:

**اوّل:** ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[2] — جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

**اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) لو صیغۂ امر کا ہے اور امر وجوب کے لئے ہے تو پہلی قسم واجبات شرعیہ ہوئی اور باز رہو نہی ہے اور نہی منع فرمانا ہے یہ دوسری قسم ممنوعات شرعیہ ہوئی۔

حاصل یہ کہ اگرچہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے:

ونزلنا علیک الکتٰب تبیانًا لکل شیئ[3] — اے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری جس میں ہر شیئ ہر چیز ہر موجود کا روشن بیان ہے۔

مگر امت اسے بے نبی کے سمجھائے نہیں سمجھ سکتی ولہذا فرمایا:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نُزِّل الیھم[4] — اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن مجید اتارا کہ تم لوگوں کے لئے بیان فرمادو جو کچھ ان کی طرف اترا ہے۔

یعنی اے محبوب! تم پر تو قرآن حمید نے ہر چیز روشن فرمادی اس میں جس قدر امت کے بتانے کو ہے وہ تم ان پر روشن فرمادو، لہذا آیۂ کریمہ اولٰی میں نزلنا علیک فرمایا جو خاص حضور کی نسبت ہے اور آیۂ کریمہ ثانیہ میں ما نزّل الیھم فرمایا جو نسبت بامت ہے۔

**دوم:** فاسئلوا اھل الذکر — علم والوں سے پوچھو جو تمہیں

---

ع قرآن امام حدیث ہے، حدیث امام مجتہدین، مجتہدین امام علماء، علماء امام عوام الناس۔ اس سلسلہ کا توڑنا گمراہ کا کام۔

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲

[2] القرآن الکریم ۵۹/۷ [3] القرآن الکریم ۱۶/۸۹ [4] القرآن الکریم ۱۶/۴۴

ان کنتم لا تعلمون [عہ] [۱] | نہ معلوم ہو۔

---

عہ اس آیہ کریمہ کے متصل ہی کریمہ ثانیہ ہے:

بالبیّنٰت والزبر وانزلنا الیک الذکر [۲] الاٰیۃ۔

روشن دلیلیں اور کتابیں لے کر اور اے محبوب ہم نے تمھاری طرف یہ یادگار اتاری۔ (ت)

مصنف نے یہاں معالم التنزیل کے حاشیہ پر تحریر فرمایا:

اقول ھذا من محاسن نظم القراٰن العظیم امر الناس ان یسئلوا اھل العلم بالقراٰن العظیم وارشد العلماء ان لایعتمدوا علی اذھانھم فی فھم القراٰن بل یرجعوا الی مابیّن لھم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرد الناس الی العلماء والعلماء الی الحدیث والحدیث الی القراٰن وان الی ربک المنتھٰی فکما ان المجتھدین لو ترکوا الحدیث ورجعوا الی القراٰن فضلوا کذٰلک العامۃ لو ترکوا المجتھدین ورجعوا الی الحدیث فضلوا ولھذا قال الامام سفیٰن بن عیینۃ احد ائمۃ الحدیث قریبا من الامام الاعظم والامام المالک رضی اللہ تعالٰی عنھم الحدیث مضلۃ الا الفقھاء نقلہ عنھم الامام ابن الحاج مکی فی مدخل [۳]

میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت قرآن عظیم کی خوبیوں سے ہے لوگوں کو حکم دیا کہ علماء سے پوچھو جو قرآن مجید کا علم رکھتے اور علماء کو ہدایت فرمائی کہ قرآن کے سمجھنے میں اپنے ذہن پر اعتماد نہ کریں بلکہ جو کچھ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیان فرمایا اسکی طرف رجوع لائیں تو لوگوں کو علماء کی طرف پھیرا اور علماء کو حدیث کی طرف اور حدیث کو قرآن کی طرف اور بیشک تیرے رب ہی کی طرف انتہا ہے تو جس طرح مجتہدین اگر حدیث چھوڑ دیتے اور قرآن کی طرف رجوع کرتے بہک جاتے یونہی غیر مجتہد اگر مجتہدین کو چھوڑ کر حدیث کی طرف رجوع لائیں تو ضرور ی گمراہ ہوجائیں، اسی لئے امام سفیان بن عیینہ نے کہا کہ امام اعظم و امام مالک کے زمانہ کے قریب حدیث کے اماموں سے تھے فرمایا کہ حدیث بہت گمراہ کردینے والی ہے مگر فقہاء کو، اسے امام ابن حاج مکی نے مدخل میں نقل فرمایا ۱۲ مصح غفرلہ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳

[۲] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۴

[۳] تعلیقات المصنف علی معالم التنزیل تحت الآیۃ ۱۶/ ۴۳، ۴۴

حوادث غیر متناہی ہیں احادیث میں ہر جزئیہ کے لئے نام بنام تصریح احکام اگر فرمائی بھی جاتی ان کا حفظ وضبط نامقدور ہوتا پھر مدارج عالیہ مجتہدانِ امت کے لئے ان کے اجتہاد پر رکھے گئے وہ نہ ملتے نیز اختلافاتِ ائمہ کی رحمت ووسعت نصیب نہ ہوتی۔ لہذا حدیث نے بھی جزئیات معدودہ سے کلیاتِ حاویہ مسائل نامحدودہ کی طرف استعارہ فرمایا اس کی تفصیل وتفریع وتاصیل مجتہدین کرام نے فرمائی اور ف احاطہ تصریح نامتناہی کے تعذر نے یہاں بھی حاجت ایضاح مشکل وتفصیل مجمل وتقیید مرسل باقی رکھی جو قرناً فقرناً طبقۃً فطبقۃً مشائخ کرام وعلمائے اعلام کرتے چلے آئے ہر زمانہ کے حوادث تازہ احکام اس زمانے کے علمائے کرام حاملانِ فقہ وحامیانِ اسلام نے بیان فرمائے اور یہ سب اپنی اصل ہی کی طرف راجع ہوئے اور ہوتے رہیں گے حتی یاتی امر اللّٰہ وھم علٰی ذٰلک (یہاں تک کہ اللہ تعالٰی اپنا امر لے آئے اور وہ لوگ اسی حال پر ہوں۔ ت) درمختار میں ہے:

ولایخلوا الوجود عمن یمیز ھذا حقیقۃ لاظنا وعلٰی من لم یمیزان یرجع لمن یمیز لبراءۃ ذمتہ۔[1]

زمانہ ان لوگوں سے خالی نہ ہوگا جو یقینی طور پر نہ محض گمان سے اس کی تمیز رکھیں اور جسے اس کی تمیز نہ ہو اس پر واجب ہے کہ تمیز والے کی طرف رجوع کرے کہ بری الذمہ ہو۔ (ت)



ردالمحتار میں ہے:

جزم بذلک اخذا مما رواہ البخاری من قولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق حتی یاتی امراللّٰہ، قولہ وعلٰی من لم یمیز عبر بعلی المفیدۃ للوجوب للامربہ فی قولہ تعالٰی فاسئلوا اھل الذکر

شارح علامہ نے اس پر جزم فرمایا اس حدیث سے لے کر جو صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ غلبہ کے ساتھ حق پر رہے گا یہاں تک کہ حکم الٰہی آئے۔ اور جسے اس کی تمیز نہ ہو اس پر علماء کی طرف رجوع لانے کو اس لئے

---

ف: حوادث کا پیدا ہوتے رہنا اوران کے احکام کا۔ اور ایک یہ کہ جو ہر بات پر کہے صحابہ تابعین کی سند لاؤ۔ یا امام ابوحنیفہ کا قول دکھاؤ، وہ مجنون ہے یا گمراہ۔

[1] الدرالمختار مقدمۃ الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

ان کنتم لا تعلمون[1]

واجب کہا کہ قرآن عظیم میں اس کا حکم فرمایا ہے کہ علماء سے پوچھو اگر تمہیں نہ معلوم ہو۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرماتے ہیں:

ما فصل عالم ما اجمل فی کلام من قبلہ من الادوار الا للنور المتصل من الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالمنۃ فی ذٰلک حقیقۃ لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الذی ھو صاحب الشرع لانہ ھو الذی اعطی العلماء تلک المادۃ التی فصلوا بہا ما اجمل فی کلامہ کما ان المنۃ بعدہ لکل دور علی من تحتہ فلو قدر ان اھل دور تعدوا من فوقھم الی الدور الذی قبلہ لانقطعت وصلتھم بالشارع ولم یھتدوا لایضاح مشکل ولا تفصیل مجمل، وتامل یا اخی لولا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصل بشریعتہ ما اجمل فی القراٰن لبقی القراٰن علی اجمالہ کما ان الائمۃ المجتہدین لو لم یفصلوا ما اجمل فی السنۃ لبقیت السنۃ علی اجمالہا وھکذا الی عصرنا ھذا فلولا ان حقیقۃ الاجمال

جس کسی عالم نے اپنے سے پہلے زمانے کے کسی کلام کے اجمال کی تفصیل کی ہے وہ اسی نور سے ہے جو صاحبِ شریعت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اسے ملا ہے تو حقیقت میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کا تمام امت پر احسان ہے انھوں نے علماء کو یہ استعداد عطا فرمائی جس سے انھوں نے مجمل کلام کی تفصیل کی۔ یونہی ہر طبقہ ائمہ کا اپنے بعد والوں پر احسان ہے اگر فرض کیا جائے کہ کوئی طبقہ اپنے اگلے پیشواؤں کو چھوڑ کر ان سے اوپر والوں کی طرف تجاوز کر جائے تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو سلسلہ ان تک ملا ہوا ہے وہ کٹ جائے گا اور یہ کسی مشکل کی توضیح مجمل کی تفسیر پر قادر نہ ہوں گے۔ برادرم! غور کر، اگر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی شریعت سے مجملات قرآن عظیم کی تفصیل نہ فرماتے قرآن عظیم یونہی مجمل رہ جاتا۔ اسی طرح ائمہ مجتہدین اگر مجملات حدیث کی تفصیل نہ فرماتے حدیث یونہی مجمل رہ جاتی، اسی طرح ہمارے زمانے تک، تو اگر یہ نہیں کہ حقیقت اجمال سب میں سرایت کئے ہوئے ہے تو نہ متون کی شرح

---

[1] ردالمحتار مقدمۃ الکتاب دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۳

| | |
|---|---|
| سارية فى العالم كله ما شرحت الكتب ولا ترجمت من لسان الى لسان ولا وضع العلماء على الشروح حواشى كالشروح للشروح [1] | لکھی جاتی نہ ترجمے ہوتے نہ علماء شرحوں کی شرح (حواشی) لکھتے۔ |

اب یہیں دیکھئے کہ کتب ظاہر الروایۃ و نوادر ائمہ تھیں پھر کتب فوازل و واقعات تصنیف فرمائی گئیں پھر متون و شروح و حواشی و فتاوی وقتاً فوقتاً تصنیف ہوتے رہے اور ہر آئندہ طبقہ نے گزشتہ پر اضافے کئے اور مقبول ہوتے رہے کہ سب اسی اجمال قرآن و سنت کی تفصیل ہے نصاب الاحتساب و فتاوی عالمگیری زمانہ سلطان عالمگیر انار اللہ تعالیٰ برہانہ کی تصنیف ہیں ان میں بہت ان جزئیات کی تصریح ملے گی جو کتب سابقہ میں نہیں کہ وہ جب تک واقع ہی نہ ہوئے تھے، اور کتب نوازل و واقعات کا تو موضوع ہی حوادث جدیدہ کے احکام بیان فرمانا ہے اگر کوئی شخص ان کی نسبت کہے کہ صحابہ تابعین سے اس کی تصریح دکھاؤ یا خاص امام اعظم و صاحبین کا نص لاؤ تو وہ احمق مجنون یا گمراہ مفتون، پھر عالمگیری کے بھی بہت بعد اب قریب زمانہ کی کتابیں فتاوی اسعدیہ و فتاوی حامدیہ و طحطاوی علی مراقی الفلاح و عقود الدریہ و رد المحتار و رسائل شامی وغیرہا کتب معتمدہ ہیں کہ تمام حنفی دنیا میں ان پر اعتماد ہو رہا ہے دو اول کے سوا یہ سب تیرھویں صدی کی تصنیف ہیں مانعین بھی ان سے سندیں لاتے ہیں ان میں صدہا وہ بیان ملیں گے جو پہلے نہ تھے اور مانعین کے یہاں تو فتاوی شاہ عبد العزیز صاحب بلکہ مائۃ مسائل و اربعین تک پر اعتماد ہو رہا ہے کیا مائۃ مسائل و اربعین کے سب جزئیات کی تصریح صحابہ و تابعین و ائمہ تو بہت بالا ہیں عالمگیری و رد المحتار تک کہیں دکھا سکتے ہیں اب ان کے بعد بھی ریل، تار، برقی، نوٹ، منی آرڈر، فوٹوگراف وغیرہ وغیرہ ایجاد ہوئے اگر کوئی شخص کہے کہ صحابہ تابعین یا امام ابوحنیفہ یا یہ نہیں ہدایہ یا درمختار یا یہ بھی نہیں عالمگیری و طحطاوی و رد المحتار یا یہ سب جانے دو شاہ عبد العزیز صاحب ہی کے فتاوے میں دکھاؤ تو اسے مجنوں سے بہتر اور کیا لفظ کہا جا سکتا ہے، ہاں اس ہٹ دھرمی کی بات جدا ہے کہ اپنے آپ تو تیرھویں صدی کی اربعین تک معتبر جانیں اور دوسروں سے ہر جزئیہ پر خاص صحابہ و تابعین کی سند مانگیں۔ خطبہ میں ذکر عمین شریفین حادث ہے مگر جب سے حادث ہے علمائے اس کے مندوب ہونے کی تصریح فرمائی، عہ

---

عہ ان کا بیان کہ حادث ہو کر مستحب ٹھہریں۔

[1] میزان الشریعۃ الکبریٰ فصل وممایدلک علی صحۃ ارتباط جمیع اقوام علماء الشریعۃ الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۶

درمختار میں ہے:

یندب ذکر الخلفاء الراشدین و العمین[1]

خطبہ میں چاروں خلفاء کرام اور دونوں عم کریم سیدالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرمانا مستحب ہے۔

اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی صاحب نے تو ایک خطیب پر اپنے مکتوبات میں اس لئے کہ اس نے ایک خطبہ میں خلفاء کرام کا ذکر نہ کیا تھا سخت نکیر فرمائی اور اسے خبیث تک لکھا۔ اذان کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام عرض کرنا جس طرح حرمین طیبین میں رائج ہے درمختار میں فرمایا:

التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الاٰخر سنۃ سبع مائۃ واحدی و ثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیھا مرتین وھو بدعۃ حسنۃ۔[2]

اذان کے بعد صلوٰۃ پکارنا ربیع الآخر ۷۸۱ھ کی عشا شب دوشنبہ میں حادث ہوا پھر اذان جمعہ کے بعد بھی صلوٰۃ کہی گئی پھر دس برس بعد مغرب کے سوا سب اذانوں کے بعد پھر مغرب میں بھی دوبار کہنی شروع ہوئی۔ اور یہ ان نوپیدا باتوں سے ہے جو شرعاً مستحب ہیں۔



کتب میں اس کے صدہا نظائر ملیں گے اسی وقت کے علماء معتمدین سے ان کے جزئیہ کی تصریح مل سکتی ہے مجلس میلاد مبارک وقیام کو جاری ہوئے بھی صدہا سال ہوئے مگر صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کے کلام میں ان کے نام کی تصریح مانگنی اسی جنون پر مبنی ہوگی ان پر انھیں علماء کرام کی تصریحات سے استناد ہوگا جن کے زمانہ میں ان کا وجود تھا جیسے مجلس مبارک کے لئے امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی و امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی وامام خطیب احمد قسطلانی وغیرہم اکابر رحمہم اللہ تعالٰی جن کے نام وکلام کی تصریح باربار کردی گئی۔ یونہی مسئلہ قیام میں ان علمائے کرام کی سند لی جائے جن کا ذکر شریف آیا ہے وباللہ التوفیق بحمد اللہ تعالٰی موافقین اہل حق وانصاف ودین کے لئے یہ کافی ہوگا۔ رہا مخالفین کا نہ ماننا ان کی پروا کیا۔ وہ اور ہی کسے مانتے ہیں کہ ان علماء کرام کو مانیں ان کے غیر مقلدین تو علانیہ امام اعظم وجملہ ائمہ دین پر منہ آتے اور اپنے مہمل افہام واوہام کے آگے ان کے اجتہادات عالیہ کو باطل بتاتے اور ان کے ماننے والوں کو معاذ اللہ مشرک گمراہ بتاتے ہیں جو ان میں بظاہر نام تقلید

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۱

[2] " " " " " " ۱/۶۴

لیتے ہیں وہ بھی غیر مقلدین کی طرح اپنے اہوائے باطلہ کے سامنے قرآن وحدیث کی تو سنتے نہیں پھر ائمہ کی کیا گنتی ان کے منہ سے تقلید امام اور ان سب کے منہ سے قرآن وحدیث کا نام محض برائے تسکین عوام ہے کہ کھلا منکر نہ جانیں ورنہ حالت وہ ہے جو ان کے مذہبی قرآن تقویۃ الایمان سے ظاہر جو کہے "اللہ ورسول نے غنی کردیا" وہ مشرک[1]، حالانکہ خود قرآن عظیم فرماتا ہے:

اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ[2] — اللہ ورسول نے انھیں دولتمند کردیا اپنے فضل سے۔

محمد بخش، احمد بخش نام رکھنا شرک حالانکہ خود قرآن حمید فرماتا ہے کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب حضرت سیدتنا مریم کے پاس آئے کیا کہا یہ کہ:

انما انا رسول ربک لاھب لک غلٰما زکیا[3] — میں تمھارے رب کا رسول ہوں اس لئے کہ میں تم کو ستھرا بیٹا دوں۔

صرف محمد بخش نام شرک ہوا حالانکہ وہ معنی عطا میں متعین بھی نہیں۔ بخش بہرہ وحصہ کو کہتے ہیں تو جبریل کہ صریح لفظوں میں اپنا بیٹا دینا کہہ رہے ہیں دین اسمٰعیل میں کیسے مشرک نہ ہوں گے اور قرآن عظیم کہ اس شرک وہابیت کو ذکر فرماکر مقرر رکھتا ہے کیوں نہ اسے شرک پسند کتاب ٹھہرائیں گے۔ اس کی مثالیں بہت ہیں کہ وہابیہ کے شرک سے نہ ائمہ محفوظ نہ صحابہ نہ انبیاء، نہ جبریل نہ خود رب العٰلمین جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وعلیھم وسلم۔ یہ بحث فقیر کے اور رسائل[ع] میں مفصل ملے گی، یہاں تو اتنا کہنا کافی ہے کہ مخالفین کی نہ ماننے کی پروا کیا ہے انھوں نے اور کسے مانا ہے کہ علماء ہی کو مانیں گے لہٰذا اس مقام اول میں روئے سخن موافقین اہل حق ویقین کی طرف کریں واللہ الموفق والمعین وبہ نستعین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین آمین۔ مولٰی عزوجل توفیق دے تو یہاں منصف غیر متعصب کے لئے اسی قدر کافی کہ یہ فعل مبارک اعنی قیام وقت ذکر ولادت حضور خیر الانام علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والسلام صدہا سال سے بلاد دارالاسلام میں رائج ومعمول اور اکابر ائمہ وعلماء میں مقرر ومقبول، شرع میں اس سے منع مفقود اور بے منع شرع

---

[1] تقویۃ الایمان

[2] القرآن الکریم ۹/۷۴

[3] القرآن الکریم ۱۹/۱۹

[ع] خصوصًا کتاب مستطاب الکمال الطامہ علٰی شرک سوی بالامور العامہ ۱۲ منہ

منع مردود۔

ان الحکم الا للّٰہ[1]، وانما الحرام ما حرمہ اللّٰہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ[2]۔

حکم نہیں ہے مگر اللہ تعالٰی کے لئے۔ اور حرام وہی ہے جس کو اللہ تعالٰی نے حرام کیا، اور جس پر سکوت فرمایا وہ معاف شدہ چیزوں میں سے ہے (ت)

علی الخصوص حرمین طیبین مکہ معظمہ ومدینہ منورہ صلی اللہ تعالٰی علٰی منورھما وبارک وسلم کہ مبدء ومرجع دین وایمان ہیں وہاں کے اکابر علماء ومفتیانِ مذاہبِ اربعہ مدتہا مدت سے اس فعل کے فاعل وعامل وقائل وقابل ہیں ائمہ معتمدین نے اسے حرام نہ فرمایا بلکہ بلاشبہہ مستحب ومستحسن ٹھہرایا۔ علامہ[ع] جلیل الشان علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے سیرت مبارکہ انسان العیون میں تصریح فرمائی کہ یہ قیام بدعتِ حسنہ ہے۔ اور ارشاد فرماتے ہیں:

قد وجد القیام عند ذکر اسمہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم من عالم الامۃ ومقتدی الائمۃ دینا وورعا تقی الدین سبکی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی وتابعہ علٰی ذٰلک مشائخ الاسلام فی عصرہ فقد حکی بعضھم ان الامام السبکی اجتمع عندہ جمع کثیر من علماء عصرہ فانشد فیہ قول الصرصری فی

بیشک وقتِ ذکرِ نام پاک حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام قیام کرنا امام تقی الملۃ والدین سبکی رحمہ اللہ تعالٰی سے پایا گیا جو امتِ مرحومہ کے عالم اور دین وتقوٰی میں اماموں کے امام ہیں اور اس قیام پر ان کے معاصرین ائمہ کرام مشائخ الاسلام نے ان کی متابعت کی بعض علماء یعنی انھیں امام اجل کے صاحبزادے امام شیخ الاسلام ابونصر عبدالوہاب ابن ابی الحسن تقی الملۃ والدین سبکی نے طبقاتِ کبرٰی میں نقل فرمایا کہ امام سبکی کے حضور ایک جماعت

---

ع کتب علماء سے قیام کا ثبوت۔

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰

[2] جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الفراء امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۰۶
سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمۃ باب اکل الجبن والسمن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۹
المستدرک للحاکم کتاب الاطعمۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۱۵

مدحہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ؎

قلیل لمدح المصطفٰی الخط بالذھب
علٰی ورق من خط احسن من کتب
وان تنھض الاشراف عند سماعہ
قیامًا صفوفا اوجثیًّا علی الرکب

فعند ذٰلک قام الامام السبکی وجمیع من فی المجلس فحصل انس کبیر بذٰلک المجلس ویکفی مثل ذٰلک فی الاقتداء[1]

کثیر اس زمانہ کے علماء کی مجتمع ہوئی۔ اس مجلس میں کسی نے امام صرصری کے یہ اشعار نعت حضور سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مدح مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے یہ بھی تھوڑا ہے کہ سب سے اچھا خوشنویس ہو اس کے ہاتھ سے چاندی کے پتر پر سونے کے پانی سے لکھی جائے اور جو لوگ شرفِ دینی رکھتے ہیں، وہ ان کی نعت سن کر صف باندھ کر سروقد یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہوجائیں ان اشعار کے سنتے ہی حضرت امام سبکی وجملہ علمائے کرام حاضرین مجلس مبارک نے قیام فرمایا اور اس کی وجہ سے اس مجلس میں نہایت انس حاصل ہوا۔ علامہ جلیل حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس قدر پیروی کے لئے کفایت کرتا ہے انتہی (ت)

**اقول** یہ امام صرصری صاحبِ قصیدہ نعتیہ وہ ہیں جنھیں علامہ محمد بن علی شامی مستند مانعین نے سبیل الہدٰی والرشاد میں اپنے زمانہ کا حسان اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا محبِ صادق فرمایا اور امام اجل حضرت امام الائمہ تقی الملۃ والدین سبکی قدس سرہ الشریف کی جلالت شان ورفعت مکان تو آفتابِ نیمروز سے زیادہ روشن ہے یہاں تک کہ مانعین کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی اپنے ایک مہری فتوے میں ان کا بالاجماع امام جلیل ومجتہد کبیر ہونا تسلیم کرتے ہیں اور اس زمانے کے اعیان علماء ومشائخ اسلام کا ان کے ساتھ اس پر موافقت فرمانا بحمد اللہ تعالٰی متبعین سلف صالحین کے لئے ایک کافی سند ہے آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی نے ارشاد فرمایا اسی قدر اقتداء کیلئے بس ہے، عالمِ کامل عارف باللہ سیّد سند مولٰنا سید جعفر برزنجی قدس سرہ العزیز جن کا رسالہ عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرمین محترمین وہنگ بلاد دار الاسلام میں رائج ہے اور مستند مانعین مولانا رفیع الدین نے تاریخ الحرمین میں اس رسالے اور ان مصنف جلیل القدر کی نہایت مدح وثنا لکھی ہے اپنے اسی رسالہ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمد دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۴

قد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذو روایۃ و درایۃ فطوبٰی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایۃ مرامہ و مرماہ[1]

بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا ان اماموں نے مستحسن سمجھا ہے جو صاحبِ روایۃ و درایۃ تھے تو شادمانی اس کے لئے جس کی نہایت مراد و مقصود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

فاضلِ اجل سیدی جعفر بن اسمٰعیل بن زین العابدین علوی مدنی نے اس کی شرح الکوکب الازہر علی عقد الجوہر میں اس مضمون پر تقریر فرمائی۔

فقیہ محدث مولانا عثمان بن حسن دمیاطی اپنے رسالہ اثبات قیام میں فرماتے ہیں:

القیام عند ذکر ولادۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر لا شک فی استحبابہ واستحسانہ وندبہ یحصل لفاعلہ من الثواب الاوفی والخیر الاکبر لانہ تعظیم ای تعظیم للنبی الکریم ذی الخلق العظیم الذی اخرجنا اللہ بہ من ظلمات الکفر الی الایمان وخلصنا اللہ بہ من نار الجہل الی جنات المعارف والایقان فتعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیہ مسارعۃ الی رضاء رب العلمین واظہار اقوی شعائر الدین ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب ومن یعظم حرمۃ اللہ فہو خیر لہ عند ربہ[2]

قراءت مولد شریف میں ذکر ولادت شریف سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کو قیام کرنا بیشک مستحب و مستحسن ہے جس کے فاعل کو ثواب کثیر و فضل کبیر حاصل ہوگا کہ وہ تعظیم ہے اور کیسی ہے تعظیم ان نبی کریم صاحبِ خُلق عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جن کی برکت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ظلماتِ کفر سے نورِ ایمان کی طرف لایا اور ان کے سبب ہمیں دوزخ جہل سے بچا کر بہشت معرفت و تیقین میں داخل فرمایا تو حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں خوشنودیِ رب العالمین کی طرف دوڑنا ہے اور قوی ترین شعائر دین کا آشکارا ہونا اور جو تعظیم کرے شعائر خدا کی تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے اور جو تعظیم کرے خدا کی حرمتوں کی تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے۔



---

[1] عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر (مترجم بالاردویۃ) جامعۃ اسلامیہ لاہور ص ۲۵ و ۲۶

[2] اثبات القیام

پھر بعد نقل دلائل فرمایا ہے:

فاستفيد من مجموع ما ذكرنا استحباب القيام له صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عند ذكر ولادته لما في ذٰلك من التعظيم له صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا يقال القيام عند ذكر ولادته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بدعة لانا نقول ليس كل بدعة مذمومة كما اجاب بذٰلك الامام المحقق الولي ابو ذرعة العراقي حين سئل عن فعل المولد امستحب او مكروه وهل ورد فيه شئ او فعل به من يقتدى به فاجاب بقوله الوليمة واطعام الطعام مستحب كل وقت فكيف اذا انضم الى ذٰلك السرور بظهور نور النبوة في هذا الشهر الشريف ولا نعلم ذٰلك عن السلف ولا يلزم من كونه بدعة مكروهة فكم من بدعة مستحبة بل واجبة اذ لم تنضم بذٰلك مفسد والله الموفق[1]

یعنی ان سب دلائل سے ثابت ہوا کہ ذکر ولادت شریف کے وقت قیام مستحب ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے کوئی یہ نہ کہے کہ قیام تو بدعت ہے اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہر بدعت بُری نہیں ہوتی، جیسا کہ یہی جواب دیا امام محقق ولی ابو ذرعہ عراقی نے، جب ان سے میلاد کو پوچھا تھا کہ مستحب ہے یا مکروہ اور اس میں کچھ وارد ہوا ہے، یا کسی پیشوا نے کی ہے؟ تو جواب میں فرمایا ولیمہ اور کھانا کھلانا ہر وقت مستحب ہے پھر اس صورت میں کیا پوچھنا جب اس کے ساتھ اس ماہِ مبارک میں ظہورِ نبوت کی خوشی مل جائے، اور ہمیں یہ امر سلف سے معلوم نہیں، نہ بدعت ہونے سے کراہت لازم کہ بہتیری بدعتیں مستحب بلکہ واجب ہوتی ہیں جب ان کے ساتھ کوئی خرابی مضموم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

پھر ارشاد ہوا:

قد اجتمعت الامة المحمدية من اهل السنة والجماعة على استحسان

بیشک امتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ سے اہلسنت وجماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ یہ قیام

[1] اثبات القیام

القیام المذکور وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتجتمع امتی علی الضلالۃ[1]

مستحسن ہے اور بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی۔

امام علامہ مدالقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جرت عادۃ القوم بقیام الناس اذا انتھی المداح الٰی ذکر مولدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھی بدعۃ مستحبۃ لما فیہ من اظہار السرور والتعظیم الخ نقلہ المولی الدمیاطی[2]

یعنی عادت قوم کی جاری ہے کہ جب مدح خواں ذکر میلاد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک پہنچتا ہے تو لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ بدعت مستحبہ ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیدائش پر خوشی اور حضور کی تعظیم کا اظہار ہے الخ (مولٰنا دمیاطی نے اسے نقل فرمایا۔ ت)

علامہ ابو زید رسالہ میلاد میں لکھتے ہیں:

استحسن القیام عند ذکر الولادۃ[3] ذکر ولادت کے وقت قیام مستحسن ہے۔

خاتمۃ المحدثین زین الحرم عین الکرم مولانا سید احمد زین دحلان مکی قدس سرہ الملکی اپنی کتاب مستطاب الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیہ میں فرماتے ہیں:

من تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفرح بلیلۃ ولادتہ وقراءۃ المولد والقیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واطعام الطعام وغیر ذٰلک مما یعتاد الناس فعلہ من انواع البر فان ذٰلک

یعنی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم سے حضور کی شب ولادت کی خوشی کرنا اور مولد شریف پڑھنا اور ذکر ولادت اقدس کے وقت کھڑا ہونا اور مجلس شریف میں حاضرین کو کھانا دینا اور ان کے سوا اور نیکی کی باتیں کہ مسلمانوں میں رائج ہیں کہ یہ سب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

---

[1] اثبات القیام
[2] ؍؍ ؍؍
[3] رسالۃ المیلاد للعلامہ ابی زید

كله من تعظيمه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وقد افردت مسئلة المولد وما يتعلق بها بالتاليف واعتنى بذٰلك كثير من العلماء فالفوا فى ذٰلك مصنفات مشحونة بالادلة والبراهين فلا حاجة لنا الى الاطالة بذٰلك[1]

تعظیم سے ہیں اور یہ مسئلہ مجلس میلاد اور اسکے متعلقات کا ایسا ہے جس میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں اور بکثرت علماء دین نے اس کا اہتمام فرمایا اور دلائل و براہین سے بھری ہوئی کتابیں اس میں تالیف فرمائیں تو ہمیں اس مسئلہ میں تطویل کلام کی حاجت نہیں۔

شیخ مشائخنا خاتمۃ المحققین امام العلماء سید المدرسین مفتی الحنفیۃ بمکۃ المحمیہ سیدنا برکتنا علامہ جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

القیام عند ذکر مولدہ الاعطر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استحسنہ جمع من السلف فھو بدعۃ حسنۃ[2]

ذکر مولد اعطر حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وقت قیام کو ایک جماعتِ سلف نے مستحسن کہا تو وہ بدعت حسنہ ہے۔

پھر علامہ انباری کی مورد الظمآن سے نقل فرماتے ہیں:

قام الامام السبکی وجمیع من بالمجلس وکفی بمثل ذٰلک فی الاقتداء[3] اھ ملخصًا۔

امام سبکی اور تمام حاضرین مجلس نے قیام کیا اور اس قدر اقتداء کے لئے بس ہے۔

مولانا جمال عمر قدس سرہ کے اس فتوٰی پر موافقت فرمائی مولانا صدیق بن عبد الرحمٰن کمال مدرس مسجد حرام اور حضرت علامۃ الوری علم الھدٰی مولانا وشیخنا و برکتنا السید السند احمد زین دحلان شافعی اور مولٰینا محمد بن محمد کتبی مکی اور مولٰینا حسین بن ابراہیم مکی مالکی مفتی مالکیہ وغیرہم اکابر علمائے نفعنا اللہ تعالٰے بعلومھم آمین۔ یہی مولانا حسین دوسری جگہ فرماتے ہیں:

استحسنہ کثیر من العلماء وھو حسن

اسے بہت علماء نے مستحسن رکھا، اور وہ حسن ہے

---

[1] الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ دار الشفقۃ استانبول ترکیا ص ۱۸

[2] فتاوی جمال بن عمر المکی

[3] 〃 〃 〃

لما یجب علینا تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

کہ ہم پر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم واجب ہے۔

مولٰینا محمد بن یحیٰی حنبلی مفتی حنابلہ فرماتے ہیں:

نعم یجب القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ یحضر روحانیتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعند ذلك یجب التعظیم والقیام[2]

ہاں ذکر ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وقت قیام ضرور ہے کہ روحِ اقدس حضور معلّٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جلوہ فرما ہوتی ہے تو اس وقت تعظیم و قیام ضرور ہوا۔

قولہ رحمہ اللہ تعالٰی یجب القیام الخ اقول اراد التاکد فی محل الادب کقول القائل لحبیبہ حقك واجب علیّ وھو من المحاورات الشائعۃ بینھم کما لایخفی علٰی من تتبع کلماتھم واما حضور روحانیتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعلی ما فصل ونقح ابی ومولائی مقدام العلماء الکرام فی کتابہ اذاقۃ الاٰثام واللہ تعالٰی اعلم۔

مولانا علیہ الرحمہ کا قول کہ قیام واجب ہے الخ میں کہتا ہوں اس سے مولانا موصوف نے محل ادب میں تاکید کا ارادہ فرمایا ہے جیسے کوئی اپنے دوست کو کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے، یہ عربوں میں مشہور محاورات میں سے ہے جیسا کہ ان کے کلام کے تتبع کرنے والے پر مخفی نہیں۔ رہا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روحانیت کا جلوہ گر ہونا، تو اس کی تفصیل و تنقیح علماء کے پیشوا میرے آقا و والد گرامی نے اپنی کتاب اذاقۃ الاٰثام میں کردی ہے، واللہ تعالٰی اعلم



مولٰینا عبداللہ بن محمد مفتی حنفیہ فرماتے ہیں:

استحسنہ کثیرون[3] (اسے بہت علماء نے مستحسن رکھا ہے)

---

[1]

[2]

[3]

شیخ مشائخنا مولانا الامام الاجل الفقیہ المحدث سراج العلماء عبد اللہ سراج مکی مفتی حنفیہ فرماتے ہیں:

تو ارثه الائمة الاعلام واقرة الائمة والحکام من غیر نکیر منکر ورد راد ولهذا کان حسنا ومن یستحق التعظیم غیره صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ویکفی اثر عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهما ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن[1]

یہ قیام مشہور برابر اماموں میں متوارث چلا آتا ہے اور اسے ائمہ وحکام نے برقرار رکھا اور کسی نے رد و انکار نہ کیا لہذا یہ مستحب ٹھہرا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا اور کون مستحق تعظیم ہے اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کافی ہے کہ جس چیز کو اہل اسلام نیک سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نیک ہے۔

اسی طرح مفتی عمر بن ابی بکر شافعی نے اس کے استحباب واستحسان پر تصریح فرمائی۔

فتوائے علمائے حرمین محترمین جس پر مفتی مکہ معظمہ مولانا محمد بن حسین کتبی حنفی اور رئیس العلماء شیخ المدرسین مولانا جمال حنفی اور مفتی مالکیہ مولانا حسین بن ابراہیم مکی اور سید المحققین مولانا احمد بن زین شافعی اور مدرس مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مولانا محمد بن محمد غرب شافعی اور مولانا عبد الکریم بن عبد الحکیم حنفی مدنی اور فقیہ جلیل مولانا عبد الجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ منورہ اور مولانا ابراہیم بن محمد خیار حسینی شافعی مدنی کی مہریں ہیں اور اصل فتویٰ مزین بخطوط ومواہیر علماء ممدوحین فقیر نے بچشم خود دیکھا اور مدتوں فقیر کے پاس رہا جس میں اکثر مسائل متنازع فیہا پر بحث فرمائی ہے اور بدلائل باہرہ مذہب وہابیت کو سراسر باطل ومردود ٹھہرایا ہے، اس میں دربارۂ قیام مذکور ہے:

واما قیام اهل الاسلام عند ذکر ولادته علیه الصلوٰة والسلام فی ذلك المحفل اشاعة للتعظیم واظهار

یعنی ذکر ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت اس محفل میں اہل اسلام کا اشاعت تعظیم واظہار احترام کے لئے قیام کرنا

---

[1] ل

الاحترام فقد صرح فی انسان العیون المشھور بالسیرۃ الحلبیۃ باستحسانہ کذٰلک وقال العلامۃ البرزنجی فی رسالۃ المولد قد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذو درایۃ وروایۃ فطوبٰی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ[1] انتہی بلفظہ اما الحکم بحرمۃ ذٰلک التعظیم وممانعتہ بدلیل عدم ذکرہ بالخصوص فی السنۃ فھو فاسد عند جمھور المحققین قال فی عین العلم والاسرار بالمساعدۃ فیما لم ینہ عنہ وصار معتادا بعد عصرھم حسنۃ وان کان بدعۃ[2] الخ اقول والدلیل علٰی ھذا ماروی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعاً وموقوفاً ما راٰہ المسلمون حسنًا فھو عند اللہ حسن[3] وقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام خالقوا الناس باخلاقھم رواہ الحاکم وقال صحیح علٰی شرط الشیخین[4]، وقال الامام حجۃ الاسلام فی

بتصریح انسان العیون مشہور بہ سیرت حلبیہ مستحسن ہے۔ اور علامہ برزنجی رسالہ مولد میں فرماتے ہیں قیام وقت ذکر مولد شریف ائمہ ذو درایت و روایت کے نزدیک مستحب ہے تو خوشی ہو اُسے جس کی غایت مراد و مرام تعظیم حضور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے انتہی اور اس تعظیم کو بدیں وجہ کہ اس خصوصیت کے ساتھ حدیث میں مذکور نہیں حرام وممنوع کہنا جمہور محققین کے نزدیک فاسد ہے۔ عین العلم میں فرماتے ہیں جس چیز سے شروع میں نہی نہ آئی اور بعد زمانہ سلف کے لوگوں میں جاری ہوئی اس میں موافقت کرکے مسلمانوں کا دل خوش کرنا بہتر ہے اگرچہ وہ چیز بدعت ہی ہو الخ میں کہتا ہوں اور اس پر دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد اور خود ان کے قول سے مروی ہوئی کہ اہل اسلام جس چیز کو نیک جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی نیک ہے اور وہ حدیث کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے ان کی عادتوں کے مطابق برتاؤ کرو۔ حاکم نے اسے روایت کیا اور کہا کہ بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے، اور

---

[1] عقد الجوھر فی مولد النبی الازھر للبرزنجی (مترجم بالاردویۃ) جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵ و ۲۶

[2] عین العلم الباب التاسع فی الصمت وآفات اللسان امرت پریس لاہور ص ۲۱۲

[3] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت ۳/ ۷۸

[4] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ الحاکم، کتاب السماع والوجد الباب الثانی المقام الثالث دارالفکر بیروت ۶/ ۵۶۲

الاحیاء: الادب الخامس موافقۃ القوم فی القیام اذا قام واحد منھم فی وجد صادق غیر ریاء او تکلف او قام باختیار من غیر وجد فلابد من الموافقۃ فذلک من ادب الصحبۃ و لکل قوم رسم ولابد من مخالقۃ الناس باخلاقھم کما ورد فی الخبر لاسیما اذا کانت اخلاقا فیھا حسن العشرۃ و تطییب القلب وقول القائل ان ذلک بدعۃ لم یکن فی الصحابۃ فلیس کل ما یحکم باباحتہ منقولا عن الصحابۃ وانما المحذور بدعۃ تراغم سنۃ ماثورۃ و لم ینقل النھی عن شیئ من ھذا وکذلک سائر انواع المساعدات اذا قصد بھا تطییب القلب، و اصطلح علیھا جماعۃ فلاحسن المساعدۃ الا فیما ورد فیہ نھی لایقبل التاویل[1] انتہی کلام الامام حجۃ الاسلام باختصار المرام۔

امام حجۃ الاسلام غزالی رحمہ اللہ تعالٰی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: "پانچواں ادب قوم کی موافقت کرنا ہے قیام میں جب کوئی ان میں سے سچے وجد میں بے نمائش و تکلف یا بلا وجد اپنے اختیار سے کھڑا ہو تو ضرور ہے کہ سب حاضرین اسکی موافقت کریں اور کھڑے ہوجائیں کہ یہ آداب صحبت سے ہے، اور ہر قوم کی ایک رسم ہوتی ہے اور لوگوں سے ان کی عادتوں کے موافق برتاؤ کرنا لازم ہے جیساکہ حدیث میں وارد ہوا اور خصوصاً جب ان عادتوں میں اچھا برتاؤ اور دلوں کی خوشنودی ہو اور کہنے والے کا یہ کہنا کہ یہ بدعت ہے صحابہ سے ثابت نہیں، تو یہ کب ہے کہ جس چیز کے جواز کا حکم دیا جائے وہ صحابہ سے منقول ہو، بری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنت ماموربہا کا کاٹ کرے اور ان باتوں سے نہی کہیں نہ آئی اور ایسے ہی سب مساعدتیں جب ان کے دل خوش کرنا مقصود ہو اور ایک جماعت نے اس پر اتفاق کرلیا ہو تو بہتر یہی ہے کہ ان کی موافقت کی جائے، مگر ان باتوں میں جن سے ایسی صریح نہی وارد ہوئی کہ لائق تاویل بھی نہیں۔" یہاں تک امام حجۃ الاسلام غزالی کا ارشاد تھا کہ باختصار منقول ہوا، انتہٰی۔



[1] احیاء العلوم کتاب السماع والوجد الباب الثانی المقام الثالث مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

آخر روضۃ النعیم میں جو فتوائے علماء کرام مطبوع ہوئے ان میں فتوائے ہ حضرات علماء مدینہ منورہ میں بعد اثبات حسن وخوبی محفل میلاد شریف مذکور؛

والحاصل ان ما یصنع من الولائم فی المولد الشریف وقراءته بحضرة المسلمین وانفاق المبرات والقیام عند ذکر ولادة الرسول الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورش ماء الورد والقاء البخور وتزیین المکان وقرأة شیٔ من القرآن والصلوٰة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واظهار الفرح والسرور فلا شبهة فی انه بدعة حسنة مستحبة وفضیلة شریفة مستحسنة اذ لیس کل بدعة حراماً بل قد تکون واجبة کنصب الادلة للرد علی الفرق الضالة وتعلم النحو وسائر العلوم المعینة علی فهم الکتاب والسنة کما ینبغی ومندوبة کبناء الربط والمدارس ومباحة کالتوسع فی المآکل والمشارب اللذیذة والثیاب کما فی شرح المناوی علی جامع الصغیر عن تهذیب النووی فلا ینکرها الا مبتدع لا استماع لقوله بل علی حاکم الاسلام ان یعزره واللہ تعالیٰ اعلم۔

یعنی خلاصہ مقصود یہ ہے کہ میلاد شریف میں ولیمے کرنا اور حالِ ولادت مسلمانوں کو سنانا اور خیرات ومبرات بجالانا اور ذکرِ ولادت رسول امین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت قیام کرنا اور گلاب چھڑکنا اور خوشبوئیں سلگانا اور مکان آراستہ کرنا اور کچھ قرآن پڑھنا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجنا اور فرحت وسرور کا ظاہر کرنا بیشک بدعت حسنہ مستحبہ فضیلت اور شریفہ مستحسنہ ہے کہ ہر بدعت حرام نہیں ہوتی بلکہ کبھی واجب ہوتی ہے جیسے گمراہ فرقوں کے رد کے لئے دلائل قائم کرنا اور نحو وغیرہ وہ علوم سیکھنا جن کی مدد سے قرآن وحدیث بخوبی سمجھ میں آسکیں اور کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے سرائیں اور مدرسے بنانا، کبھی مباح جیسے لذیذ کھانے پینے اور کپڑوں میں وسعت کرنا جیسا کہ علامہ مناوی نے شرح جامع صغیر میں تہذیب امام علامہ نووی سے نقل کیا تو ان امور کا انکار وہی کرے گا جو بدعتی ہوگا، اس کی بات سننا نہ چاہئے بلکہ حاکمِ اسلام پر واجب ہے کہ اسے سزا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم انتہی۔

---

[1] روضۃ النعیم

اس فتویٰ پر مولینا عبد الجبار و ابراہیم بن خیار وغیرہما تیئس ۲۳ علماء کی مُہریں ہیں اور فتوائے علمائے مکہ معظمہ میں میلاد و قیام کا استحباب علمائے سلف سے نقل کرکے فرماتے ہیں:

فالمنكر لهذا مبتدع بدعة سيئة مذمومة لانكاره على شئ حسن عند الله والمسلمين كما جاء فى حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال ماراٰه المسلمون حسنا فهو عند الله حسنٌ والمراد من المسلمين هٰهنا الذين كملوا الاسلام كالعلماء العالمين وعلماء العرب والمصر والشام والروم والاندلس كلهم راوه حسنا من زمان السلف الى الأن فصار الاجماع والامر الذى ثبت به اجماع الامة فهو حق ليس بضلال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا تجتمع امتى على الضلالة فعلى حاكم الشرع تعزيرا المنكر. والله تعالىٰ اعلم[1]

پس مجلس و قیام کا منکر بدعتی ہے اور اس منکر کی بدعت سیئہ و مذمومہ کہ اس نے ایسی چیز پر انکار کیا جو خدا اور اہل اسلام کے نزدیک نیک تھی جیسا کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آیا ہے کہ جس چیز کو مسلمان نیک اعتقاد کریں وہ خدا کے نزدیک نیک ہے۔ اور یہاں مسلمانوں سے کامل مسلمان مراد ہیں جیسے علمائے باعمل اور اس مجلس و قیام کو عرب و مصر و شام و روم و اندلس کے تمام علمائے سلف نے آج تک مستحسن جانا تو اجماع ہوگیا اور جو امر اجماع امت سے ثابت ہو وہ حق ہے گمراہی نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میری اُمت گمراہی پر اجماع نہیں کرتی۔ پس حاکمِ شرع پر لازم ہے کہ منکر کو سزا دے۔ واللہ تعالےٰ اعلم انتہی۔

اس فتویٰ پر حضرت سید العلماء احمد دحلان مفتی شافعیہ و جناب مستطاب شیخنا و برکتنا سراج الفضلاء مولانا عبد الرحمن سراج مفتی حنفیہ و مولانا حسن مفتی حنابلہ و مولانا محمد شرقی مفتی مالکیہ وغیرہم پینتالیس ۴۵ علماء کی مُہریں ہیں اور فتوائے علمائے جدہ[2] میں مجیب اول مولانا ناصر بن علی بن احمد مجلس میلاد اور اس میں قیام و تعینِ یوم و تزئینِ مکان و استعمالِ خوشبو و قراءتِ قرآن و اظہارِ سرور و اطعامِ طعام کی نسبت فرماتے ہیں:

بهٰذه الصورة المجموعة من

جس مجلس میں یہ سب باتیں کی جائیں وہ شرعاً

[1] روضۃ النعیم

[2] فتاوی ۱۰ از علمائے جدہ۔

الاشیاء المذکورۃ بدعۃ حسنۃ مستحبۃ شرعًا لاینکرھا الا من فی قلبہ شعبۃ من شعب النفاق والبغض لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکیف یسوغ لہ ذٰلک مع قولہ تعالیٰ ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[1]

بدعت حسنہ ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق کی شاخوں سے ایک شاخ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت ہے اور یہ انکار اسے کیونکر روا ہوگا حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے جو خدا کے شعائروں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں[1]

مولانا عباس بن جعفر بن صدیق فرماتے ہیں:

ما اجاب بہ الشیخ العلامۃ فھو الصواب لا یخالفہ الا اھل النفاق وما فی السوال فھو حسن کیف وقد قصد بذٰلک تعظیم المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاحرمنا اللہ تعالیٰ من زیارۃ فی الدنیا ولا من شفاعۃ فی الاخریٰ ومن انکر من ذٰلک فھو محروم منھما[2]

شیخ علامہ ناصر بن احمد بن علی نے جو جواب دیا وہی حق ہے اس کے خلاف نہ کریں گے مگر منافقین، اور جو کچھ سوال میں مذکور ہے سب حسن ہے، اور کیوں نہ حسن ہو کہ اس سے مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں محروم نہ کرے ان کی زیارت سے دنیا میں اور نہ ان کی شفاعت سے آخرت میں، اور جو اس سے انکار کرے گا وہ ان دونوں سے محروم ہے[2]

مولانا احمد فتاح لکھتے ہیں:

اعلم ان ذکر ولادۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماوقع من المعجزات والحضور لسماعہ

جان لو کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت و معجزات کا ذکر اور اس کے سننے کو حاضر ہونا بیشک سنت ہے مگر یہ ہیئتِ مجموعی جس میں

---

[1] فتویٰ ۹ علماءِ مکہ معظمہ و مفتیانِ مذاہب اربعہ

[2] منکر زیارت وشفاعت سے محروم ہے۔

[1]

[2]

سنة بلا شك وریب لکن من هٰذه الصورة المجموعة من الاشیاء المذکورة کما هو المعمول فی الحرمین الشریفین و جمیع دیار العرب بدعة حسنة مستحبة یثاب فاعلها ویعاقب منکرومانعها۔[1]

قیام وغیرہ اشیائے مذکورہ ہوتی ہیں جیسا کہ حرمین شریفین اور تمام دیارِ عرب کا معمول ہے اور یہ بدعت حسنہ مستحبہ ہے جس کے کرنیوالے کو ثواب اور منکر و مانع پر عذاب۔

مولانا محمد بن سلیمان لکھتے ہیں:

نعم اصل ذکر المولد الشریف و سماعه سنة وبهٰذه الکیفیة المجموعة بدعة حسنة مستحبة وفضیلة عظیمة مقبولة عندالله تعالٰی کما جاء فی اثر عبدالله بن مسعود رضی الله تعالٰی عنه ما راٰه المسلمون حسنًا فهو عندالله حسنٌ، والمسلمون من زمان السلف الی الاٰن من اهل العلم والعرفان کلهم راٰه حسنا بلا نقصان فلا ینکر ولا یمنع من ذٰلك الا مانع الخیر و الاحسان و ذٰلك عمل الشیطٰن۔[2]

ہاں اصل ذکر مولد شریف اور اس کا سننا سنت ہے اور اس کیفیت مجموعی کے ساتھ جس میں قیام وغیرہ ہوتا ہے بدعت حسنہ مستحبہ اور بڑی فضیلت پسندیدۂ خدا ہے کہ حدیث عبداللہ بن مسعود میں وارد "جسے مسلمان نیک سمجھیں وہ خدا کے نزدیک نیک ہے" اور مسلمان سلف سے آج تک علماء اولیاء سب اسے حسن بلانقصان سمجھتے آئے تو اس سے منع و انکار نہ کرے گا مگر وہ کہ خیر اور بھلائی سے روکنے والا ہوگا اور یہ کام شیطان کا ہے۔



مولانا احمد حلیس لکھتے ہیں:

الحمد لله وکفٰی والصلٰوة علی المصطفٰی نعم ذکر ولادة النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ومعجزة وحلیة والحضور

خدا کو حمد ہے اور وہ کافی ہے اور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود۔ ہاں ولادت و معجزات و حلیہ شریفہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر کرنا اور

---

[1]
[2]

لسماعه وتزیین المکان ورش ماء الورد والبخور بالعود وتعین الیوم و القیام عند ذکر ولادته صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واطعام الطعام وتقسیم التمر وقراءۃ شیئ من القرآن کلہا مستحبۃ بلا شک وریب واللہ تعالٰی اعلم بالغیب[1]

اس کے سننے کو حاضر ہونا اور مکان سجانا اور گلاب چھڑکنا اور اگربتی سلگانا اور دن مقرر کرنا اور ذکرِ ولادتِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وقت قیام کرنا اور کھانا کھلانا اور خرمے بانٹنا اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھنا بلا شک و شبہہ مستحب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالغیب۔

مولانا محمد صالح لکھتے ہیں:

امۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من العرب والمصر والشام والروم والاندلس وجمیع بلاد الاسلام مجتمع علی استحبابہ واستحسانہ[2]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امت عرب و مصر و شام و روس و روم و اندلس و تمام بلادِ اسلام اس کے استحباب و استحسان پر اجماع و اتفاق کئے ہوئے ہے۔



اور اسی طرح احمد بن عثمان و احمد بن عجلان و محمد صدقہ و عبدالرحیم بن محمد زبیدی نے لکھا اور تصدیق کیا تھا، فتاوائے علمائے جدہ میں مولانا یحیٰی بن اکرم فرماتے ہیں:

الّف فی ذٰلک العلماء وحثوا علٰی فعلہ فقالوا لاینکرھا الامبتدع فعلٰی حاکم الشریعۃ ان یعزرہ[3]

علمائے اس بارے میں کتابیں تالیف فرمائیں اور اس کے فعل پر رغبت دی اور فرمایا اس کا انکار نہ کرے گا مگر بدعتی، تو حاکمِ شرع پر اسکی تعزیر لازم۔

مولانا علی شامی فرماتے ہیں:

لاینکر ھذا الامن طبع اللہ علٰی قلبہ وقد نص علماء السنۃ علٰی

اس کا انکار نہ کرے گا مگر وہ جس کے دل پر خدا نے مہر کردی اور بیشک علمائے اہلسنت نے

[1]

[2]

ان هذا من المستحسن المثاب عليه وسدّ وارد الحسن على منكره الخ۔

تصریح فرمائی کہ یہ مستحسن وکارِ ثواب ہے اور منکر کا خوب رد فرمایا۔

مولانا علی بن عبداللہ لکھتے ہیں:

لاشك فيه الا مبتدع يليق به التعزير[1]

اس میں شک وہی کرے گا جو بدعتی قابلِ سزا ہوگا۔[a]

مولانا علی طحان لکھتے ہیں:

قراءة المولد الشريف والقيام فيه مستحب ومن انكر ذٰلك فهو جحود لا يعرف مراتب الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]

مولد شریف پڑھنا اور اس میں قیام کرنا مستحب ہے اور منکر ہٹ دھرم ہے جسے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قدر معلوم نہیں[b]

مولانا محمد بن داؤد بن عبدالرحمٰن لکھتے ہیں:

مستحب يثاب فاعله ولا ينكره الا متبدع[3]

مستحب کرنے والا ثواب پائے گا اور منکر بدعتی ہوگا۔



مولانا محمد بن عبداللہ لکھتے ہیں:

قراءة المولد الشريف والقيام عند ذكر ولادة النبي صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وكل شيئ في السوال حسن بتعظيم المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن يستحق التعظيم غيره[4]

مولد شریف پڑھنا اور ذکر ولادت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے وقت قیام کرنا اور جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں یہ سب تعظیم مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیلئے حسن ہیں اور حضور کے سوا تعظیم کا مستحق کون ہے۔

مولانا احمد بن خلیل لکھتے ہیں:

هو الصواب اللائق بتعظيم المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعلى حاكم الشريعة

یہی حق ہے اور تعظیم مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مناسب۔ پس حاکمِ شریعت مطہرہ پر لازم

---

[a] منکر واجب التعزیر ہے۔

[b] منکر کو رسالت کی قدر نہیں۔

[1]

[2]

[3]

[4]

المطهرة نزجر من انكر وتعزيره[1]۔

مولانا عبد الرحمٰن بن علی حضرمی لکھتے ہیں:

استحسنوا القیام تعظیماله اذا جاء ذکر مولده صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وما صار تعظیماله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فوجب علینا اداؤه والقیام به و لاینکر ماذکرنا الامبتدع مخالف عن طریق اهل السنة والجماعة لا استماع واصغاء لکلامه وعلیٰ حاکم الاسلام تعزیره[2]۔

کہ منکر کو جھڑکے اور سزا دے۔

علماء نے وقت ذکر ولادت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور کی تعظیم کے لئے قیام مستحسن سمجھا اور جو چیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ٹھہری تو اس کا ادا کرنا اور بجالانا ہم پر واجب ہوگیا اور اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر بدعتی مخالف طریقہ اہلسنت وجماعت جس کی بات نہ سننے کے قابل نہ توجہ کے لائق، اور حاکم اسلام پر اس کی تعزیر واجب ہے۔

بالجملہ سردست اس قدر کتب فتاوٰی وافعال واقوال علماء ائمہ سے اس قیام مبارک کے استحسان واستحباب کی سند صریح حاضر ہے جس میں سَو سے زائد ائمہ وعلماء کی تحقیق وتصدیق روشن وظاہر اور رسالہ غایۃ المرام میں علمائے ہند کے فتوے چھپے ہیں پچاس سے زیادہ مہر و دستخط ہیں۔ اب منصف انصاف کرے آیا اس قدر علماء مکہ معظمہ[1] ومدینہ منورہ[2] وجدہ[3] وحدیدہ[4] وروم[5] وشام[6] ومصر[7] ودمیاط[8] ویمن[9] و زبید[10] وبصرہ[11] وحضرموت[12] وحلب[13] وحبش[14] وبرزنج[15] وبرنع[16] وکرد[17] وداغستان[18] واندلس[19] وہند[20] کا اتفاق قابل قبول ارباب عقول نہ ہوگا، یا معاذ اللہ یہ عمائد شریعت صدہا سال سے آج تک سب کے سب مبتدع وبدمذہب، اور ایک بدعت ضلالت کے مستحب ومستحسن ماننے والے ٹھہریں گے، تعصب نہ کیجئے تو ہم ایک تدبیر بتائیں ذرا اپنے دل کو خیالات ایں وآں سے رہائی دیجئے اور آنکھیں بند کرکے گردن جھکا کر یوں دل میں مراقبہ کیجئے کہ گویا یہ سیکڑوں اکابر سب کے سب ایک وقت میں زندہ موجود ہیں اور اپنے اپنے مراتب عالیہ کے ساتھ ایک مکان عالیشان میں جمع ہوئے ہیں اور ان کے حضور مسئلہ قیام پیش ہوا ہے اور ان سب عمائد نے ایک زبان ہوکر بلند آواز سے فرمایا ہے، بیشک مستحب ہے، وہ کون ہے جو اسے بُرا کہتا ہے، ذرا ہمارے سامنے آئے، اس وقت ان کی

---

[1] منکر واجب التعزیر ہے۔ [2] ایضاً

[1] [2]

شوکت وجبروت کو خیال کیجئے اور مشتے چند مالعین ہندوستان میں ایک ایک کا منہ چراغ لے کر دیکھئے کہ ان میں سے کوئی بھی اس عالی شان مجمع میں جاکر ان کے حضور اپنی زبان کھول سکتا ہے اور یوں تو : ؎

چوں شیراں برفتند از مرغزار — زند روبہ لنگ لاف شکار[1]

(جب جنگلات اور سبزہ زار سے شیر چلے جائیں تو لنگڑی لومڑی بھی شکار کی ڈینگیں مارنے لگتی ہے ۔ ت)

جسے چاہیے کہہ دیجئے کہ وہ کیا تھا ہم ان کی کب مانتے ہیں، ان کا قول کیا حجت ہو سکتا ہے، یہ بھی نہ سہی، بالفرض اگر ان سب اکابر سے بیانِ مسئلہ میں غلطی وخطا ہوجائے تو نقل و روایت میں تو معاذ اللہ کذب و افترا نہ کریں گے، اب اوپر کی عبارتیں دیکھئے کہ کتنے علمائے اہلسنت وجماعت و علمائے بلاد و دار الاسلام کا اس فعل کے استحباب و استحسان پر اجماع نقل کیا ہے، کیا اجماع اہلسنت بھی پایۂ قبول سے ساقط، اور ہنوز دلیل و سند کی حاجت باقی ہے، اچھا یہ بھی جانے دو، اور چند ہندیوں کا خلاف کہ وہ بھی جب یہاں کسی طرح کا دینی بندوبست و نظام نہ رہا اور ہر ایک کو جو منہ پر آئے بک دینے کا اختیار ملا وقت و موقع پاکر بہک اٹھے ہیں، قادح اجماع جانو، تاہم ہماری طرف سوادِ اعظم میں تو شک نہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:



اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار[2] — بڑے گروہ کی پیروی کرو کہ جو اکیلا رہا اکیلا دوزخ میں گیا۔

اور فرماتے ہیں:

انما یاکل الذئب القاصیۃ[3] — بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو گلہ سے دور ہوتی ہے۔

انصاف کیجئے تو حضرت امام اجل محقق اعظم سیدنا تقی الملۃ والدین سبکی اور اس وقت کے اکابر علماء و اعیانِ قضاۃ و مشائخِ اسلام کا قیام ہی مسلمانوں کے لئے حجت کافیہ تھا

---

[1]

[2] المستدرک للحاکم کتاب العلم دار الفکر بیروت ۱/ ۱۱۵-۱۱۶

[3] السنن الکبری کتاب الصلوٰۃ باب فرض الجماعۃ فی غیر الجمعۃ علی الکفایۃ دار صادر بیروت ۳/ ۵۴

جس کے بعد اور سند کی احتیاج نہ تھی جیسا کہ علامہ جلیل علی بن برہان حلبی و علامہ انباری وغیرہما علماء نے تصریح فرمائی نہ کہ ان ائمہ کے بعد یہ قیام تمام بلاد دار الاسلام کے خواص و عوام میں صدہا سال سے شائع و ذائع ہے اور ہزارہا علماء و اولیاء اس پر اتفاق و اجماع فرمائیں جب بھی آپ صاحبوں کے نزدیک لائق تسلیم نہ ہو، صد حیف ہزار افسوس کہ قرنہا قرن سے علمائے امتِ محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم سب معاذ اللہ بدعتی و گمراہ خطا کار ٹھہریں اور سچے پکے سُنّی بنیں تو یہ چند ہندی جنھیں اس ملک میں احکامِ اسلام جاری نہ ہونے نے ڈھیلی باگ کردی انّا للہ و انّا الیہ راجعون[1] (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔ت)

یہ مجمل تحقیق استحباب قیام پر صرف ایک دلیل کی، اس کے سوا دلائل متکاثرہ وحجج باہرہ و براہینِ قاہرہ قرآن و حدیث و اصول و قواعد شرع سے اس پر قائم ہیں جن کی تفصیل و توضیح اور شبہات مانعین کی تذلیل و تفضیح بطرز بدیع و نہج نجیح حضرت حجۃ الاسلام بقیۃ السلف تاج العلماء راس الکملاء سیدی و مولائی خدمت والد ماجد حضرت مولانا محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی قدس اللہ تعالٰی سرہ الزکی نے رسالہ مستطابہ اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام میں بما لامزید علیہ بیان فرمائی جسے تحقیق عدیل و تدقیق بے مثیل دیکھنے کی تمنا ہو اسے مژدہ دیجئے کہ اس پاک مبارک رسالہ کے مائدہ فائدہ سے زلہ ربا ہو، رہا یہ کہ قیام ذکر ولادت شریف کے وقت کیوں ہے، اس کی وجہ نہایت روشن، اوّلاً صدہا سال سے علمائے کرام و بلاد دار الاسلام میں یونہی معمول، ثانیاً ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ ذکر پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم مثل ذاتِ اقدس کے ہے اور صور تعظیم سے ایک صورت قیام بھی ہے اور یہ صورت وقت قدوم معظم بجالائی جاتی ہے اور ذکر ولادت شریف حضور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عالم دنیا میں تشریف آوری کا ذکر ہے تو یہ تعظیم اسی ذکر کے ساتھ مناسب ہوئی، واللہ تعالٰی اعلم۔

**لطیفہ نظیفہ**[2]: ہمارے فرقہ اہلسنت وجماعت پر رحمتِ الٰہیہ کی تمامی سے ہے کہ اس مسئلہ

---

ف۱: تحقیق ذکر ولادت شریفہ

ف۲: ایک بڑے وہابی میاں نذیر حسین دہلوی کا کلام اور اس سے ڈنکے کی چوٹ ثبوتِ قیام۔

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۶

میں بہت منکرین کو اپنے گھر بھی جائے دست و پا زدن باقی نہیں وہ بزور زبان قیام کو بدعت و ناجائز کہے جاتے ہیں مگران کے امام تو مولی و مرشد و آقا مجتہد الطائفہ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کہ آج وہابیہ ہندوستان کے سرو سردار اور ان کے یہاں لقب شیخ الکل فی الکل کے سزاوار ہیں جن کی نسبت وہابیہ ہند کی ناک طائفہ بھر کے بڑے متکلم بیباک کشور تو ہب کے افسر فوجی میاں بشیر الدین صاحب قنوجی نے اپنے رسالہ ممانعت مجلس وقیام مسمّٰے بہ غایۃ الکلام میں لکھا:

زبدۃ المحققین و عمدۃ المحدثین مولانا سید نذیر حسین شاہجہاں آبادی از اولیائے عصر و اکابر علمائے این زمان ست[1] الی آخر الہذیان۔

محققین میں افضل اور محدثین کے معتمد مولانا سید نذیر حسین شاہجہاں آبادی اس زمانے کے اولیاء واکابر علماء میں سے ہیں۔ خرافات کے آخر تک۔ (ت)

یہ حضرت من حیث لایشعر جواز و استحباب قیام تسلیم فرما چکے، امام اجل عالم الامہ کاشف الغمہ سیدنا تقی الملۃ والدین سبکی اور ان کے حضار مجلس کا نعت و ذکر حضور اصطفا علیہ افضل التحیۃ والثناء سُن کر قیام فرمانا تو ہم اوپر ثابت کر آئے اور اس سے ملا مجتہد دہلوی بھی انکار نہیں کر سکتے کہ خود اسی مسئلہ میں ان کے مستند علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بھی سبل الہدی والرشاد میں یہ حکایت نقل فرمائی اب سُنئے کہ مجتہد بہادر اپنے ایک دستخطی مہری مصدقہ فتوٰی میں کہ فقیر کے پاس اصلی موجود ہے کیا کچھ تسلیم فرماتے ہیں ان امام ہمام کی نسبت لکھا ہے:

تقی الدین سبکی کے اجتہاد پر علماء کا اجماع ہے۔

امام علامہ مجتہد ابن حجر مکی ان کی تعریف میں لکھتے ہیں:

الامام المجمع علی جلالتہ واجتہادہ[2]۔ وہ امام جن کی جلالت و اجتہاد پر اجماع ہے (ت)

یہاں سے صاف ثابت ہوا کہ امام تقی الدین کا مجتہد ہونا ان تیرہ صدی کے مجتہد کو مقبول ہے اور اسی فتوے میں ہے جب ایک امام صحیح الاجتہاد نے ایک کام توکیا ضرور ہے کہ اس کا اجتہاد اس کی طرف مؤدی ہو اور اجتہاد مجتہد بیشک حجت شرعیہ ہے۔ اب کیا کلام رہا کہ اس قیام کے جواز پر حجت شرعیہ قائم، اور سنئے اسی فتوٰی میں ہے جیسے ائمہ اربعہ کا قول ضلالت نہیں ہو سکتا ایسے ہی کسی مجتہد کا مذہب بدعت

---

[1] غایۃ الکلام بشیر الدین القنوجی

[2] فتاوٰی حدیثیہ مطلب فیما جری من ابن تیمیہ الخ مطبع جمالیہ مصر ص ۸۵

نہیں ٹھہر سکتا، جو ایسا کہے وہ خبیث خود بدعتی احبار و رہبان پرست ہے کہ مجتہد جاہے اگلا ہو یا پچھلا وہ وہ تو مظہرِ حکم خدا ہے، نہ مثبت۔ اب تو ماننا پڑے گا کہ جو شخص قیام کو بدعت و ضلالت کہے وہ خود خبیث بدعتی احبار و رہبان پرست ہے۔ اور سُنئے تمام لطائف جو ایسی جگہ اس خبط پر ناز کرتا تھا کہ یہ قیام حادث ہے اور حدیث میں محدثات کی مذمت وارد۔ مجتہد صاحب نے یہ دروازہ بھی بند کر دیا کہ اسی فتوے میں ہے خدا نے مجتہدوں کو اس لئے بنایا ہے کہ جو واقعہ تازہ پیدا ہو اس کا حکم بیان کریں تو اس کا اماموں پر طعنہ بعینہٖ قرآن و حدیث پر طعن ہے اور ایسی جگہ حدیث من احدث الخ پڑھنا اول تو جھوٹ دوسرے کتنا بے محل الخ اس مقام کا زیادہ احقاق و کمال اور دلائل مانعین کا ازہاق و ابطال فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کے رسالہ الصارم الالٰہی علی عمائد المشرب الواہی پر محمول کہ رَدِ فتوائے مولوی نذیر حسین دہلوی میں زیرِ قصدِ تالیف ہے وہاں اِن شاء اللہ العزیز فیضِ الٰہی نئے طور سے بندۂ اذل ارذل کے لئے کارفرمائے عنایت ہوگا جو کچھ لکھا جائے گا محض اقرار و اعتراف عمائد فرقہ سے مثبت ہوگا، واللہ الموفق والمعین ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم (اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔ بلندی وعظمت والے معبود کی توفیق کے بغیر نہ تو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی۔ ت)

**مقامِ دوم:** اس مقام کی شرح و تفصیل مفضی نہایت اطناب و تطویل کہ اگر اس کا ایک حصہ بیان میں آئے تو کتاب مستقل ہوجائے معہذا ہمارے علمائے عرب و عجم بحمد اللہ اس سے فارغ ہوچکے کوئی دقیقہ احقاقِ حق و ابطال کا اٹھا نہ رکھا علی الخصوص حضرت حامیِ سُنن و ماحیِ الفتن حجۃ اللہ فی الارضین معجزۃ سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت سیدی خدمت والدم روّح اللہ روحہ و نوّر ضریحہ نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں وہ تحقیقاتِ بدیعہ و تدقیقاتِ منیعہ ارشاد فرمائیں جن کے بعد اِن شاء اللہ تعالٰی حق کے لئے نہیں مگر غایت انجلائے بیان اور باطل کو نصیب نہیں مگر بے موت بے امان، والحمد للہ رب العالمین، لہذا فقیر یہاں چند اجمالی نکتوں پر بر سبیل اشارہ و ایماء اکتفا کرتا ہے اگر اسی قدر چشمِ انصاف میں پسند آیا فبہا ورنہ اِن شاء اللہ تعالٰی فقیر تفصیل و تکمیل کے لئے حاضر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (اور نہیں ہے طاقت گناہ سے بچنے کی اور نہ ہی نیکی کرنے کی مگر بلندی، عظمت اور قدرت والے معبود کی توفیق سے۔ ت)

**نکتہ ۱** ف: اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہرہ سے ثابت اور اسکی

---

ف: نکتہ ۱: اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

برائی پر دلیل شرعی ناطق، صرف وہی ممنوع و مذموم ہے، باقی سب چیزیں جائز و مباح رہیں گی، خاص ان کا ذکر جواز قرآن و حدیث میں منصوص ہو یا ان کا کچھ ذکر نہ آیا ہو تو جو شخص جس فعل کو ناجائز و حرام یا مکروہ کہے اس پر واجب کہ اپنے دعوے پر دلیل قائم کرے اور جائز و مباح کہنے والوں کو ہرگز دلیل کی حاجت نہیں کہ ممانعت پر کوئی دلیل شرعی نہ ہونا یہی جواز کی دلیل کافی ہے۔ جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ و مستدرک حاکم میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ماحرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ[1] | حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمایا وہ اللہ کی طرف سے معاف ہے یعنی اس کے فعل پر کچھ مواخذہ نہیں۔ |

مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| فیہ ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ[2] | اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل سب چیزوں میں مباح ہونا ہے۔ |



شیخ شرح میں فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وایں دلیل ست برآنکہ اصل در اشیاء اباحت است[3] | یہ دلیل ہے اس بات پر کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ (ت) |

نصر کتاب الحجۃ میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

| | |
|---|---|
| قال اللہ عزوجل خلقکم وھو اعلم بضعفکم فبعث الیکم رسولا من انفسکم وانزل علیکم کتابا وحد لکم | بیشک اللہ عزوجل نے تمھیں پیدا کیا اور وہ تمھاری ناتوانی جانتا تھا تو تم میں تمھیں میں سے ایک رسول بھیجا، اور تم پر ایک کتاب اتاری اور اس |

---

[1] جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الفراء امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۰۶
سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب اکل الجبن والسمن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۹
المستدرک للحاکم کتاب الاطعمہ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۱۵
[2] مرقاۃ المفاتیح تحت حدیث ۴۲۲۸ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۷
[3] اشعۃ اللمعات الفصل الثانی نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۰۶

فیہ حدودا امرکم ان لا تعتدوھا وفرض فی انض امرکم ان تتبعوھا وحرم حرمات نہاکم ان تنتھوھا وترک اشیاء لم یدعھا نسیئًا فلا تکلفوھا وانما ترکھا رحمۃ لکم[1]

میں تمہارے لئے کچھ حدیں باندھیں اور تمھیں حکم دیا کہ ان سے آگے نہ بڑھو اور کچھ فرض کئے اور تمھیں حکم کیا کہ ان کی پیروی کرو اور کچھ چیزیں حرام فرمائیں اور تمھیں ان کی بے حرمتی سے منع فرمایا اور کچھ چیزیں اس نے چھوڑ دیں کہ بھول کر نہ چھوڑیں ان میں تکلف نہ کرو اور اس نے تم پر رحمت ہی کے لئے انھیں چھوڑا ہے۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ باثبات الحرمۃ والکراھۃ الذین لا بد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل[2]

یہ کچھ احتیاط نہیں ہے کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدا پر افترا کر دو کہ حرمت وکراہت کے لئے دلیل درکار ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے کہ اصل وہی ہے۔

مولانا علی قاری رسالہ اقتدار بالمخالف میں فرماتے ہیں:

من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلۃ ھو الصحۃ واما القول بالفساد او الکراھۃ فیحتاج الی حجۃ من الکتاب والسنۃ او اجماع الامۃ[3]

یقینی بات ہے کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے اور فساد یا کراہت ماننا یہ محتاج اس کا ہے کہ قرآن یا حدیث یا اجماع امت سے اس پر دلیل قائم کی جائے۔

اور اس کے لئے بہت آیات وحدیث سے یہ مطلب ثابت اور اکابر ائمہ سلف وخلف کے کلام میں اس کی تصریح موجود، یہاں تک کہ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے فتوائے مصدقہ مُہری دستخطی میں ہے" او مدہوش بے عقل، خدا اور رسول کا جائز نہ کہنا اور بات ہے اور ناجائز کہنا اور بات۔ یہ بتاؤ کہ تم جو ناجائز کہتے ہو خدا ورسول نے ناجائز کہاں کہا ہے"[4] الخ ملخصًا

---

[1] کتاب الحجۃ

[2] ردالمحتار بحوالہ الصلح بین الاخوان کتاب الاشربہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۹۶

[3] رسالہ الاقتدار بالمخالف

[4] فتاوٰی نذیر حسین دہلوی

پس مجلسِ میلاد و قیام وغیرہا بہت امور متنازع فیہا کے جواز پر ہمیں کوئی دلیل قائم کرنے کی حاجت نہیں، شرع سے ممانعت نہ ثابت ہونا ہی ہمارے لئے دلیل ہے تو ہم سے سند مانگنا سخت نادانی اور بحکم مجتہد بہادر عقل و ہوش سے جدائی ہے، ہاں تم جو ناجائز و ممنوع کہتے ہو تم ثبوت دو کہ خدا و رسول نے ان چیزوں کو کہاں ناجائز کہا ہے اور ثبوت نہ دو اِن شاء اللہ تعالیٰ ہرگز نہ دے سکو گے تو اقرار کرو کہ تم نے شرع مطہر پر افترا کیا،

ان الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لا یفلحون[1]۔ بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں اُن کا بھلا نہ ہوگا۔ (ت)

سبحان اللہ الٹا سند کا مطالبہ ہم سے۔

**نکتہ ۲:** عموم و اطلاق سے استدلال زمانۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک علماء میں شائع و ذائع یعنی جب ایک بات کو شرع نے محمود فرمایا تو جہاں اور جس وقت اور جس طرح وہ بات واقع ہوگی ہمیشہ محمود رہے گی تاوقتیکہ کسی صورت خاصہ کی ممانعت خاص شرع سے نہ آجائے، مثلاً مطلق ذکرِ الٰہی کی خوبی قرآن و حدیث سے ثابت تو جب کبھی کہیں کسی طور پر خدا کی یاد کی جائے گی بہتر ہی ہوگی، ہر ہر خصوصیت کا ثبوت شرع سے ضرور نہیں مگر پاخانہ میں بیٹھ کر زبان سے یادِ الٰہی کرنا ممنوع کہ اس خاص صورت کی برائی شرع سے ثابت، غرض جس مطلق کی خوبی معلوم اس کی خاص خاص صورتوں کی جدا جدا خوبی ثابت کرنا ضرور نہیں کہ آخر وہ صورتیں اسی مطلق کی تو ہیں جس کی بھلائی ثابت ہو چکی بلکہ کسی خصوصیت کی برائی ماننا یہ محتاجِ دلیل ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے:

شاع و ذاع احتجاجھم سلفاً و خلفاً بالعمومات من غیر نکیر[2]۔ متقدمین و متاخرین کا عمومات سے استدلال کرنا بغیر کسی انکار کے معروف اور رائج ہے (ت)

اسی میں ہے:

العمل بالمطلق یقتضی الاطلاق[3]۔ مطلق پر عمل کرنا اطلاق کا تقاضا کرتا ہے (ت)

---

ف: نکتہ ۲: مطلق حکم اس کی تمام خصوصیتوں میں جاری رہتا ہے۔

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[2] مسلم الثبوت الفصل الخامس مسئلۃ للعموم صیغ مطبع انصاری دہلی ص ۷۳

[3] " " فصل المطلق ما دل علی فرد منتشر " " " " ۱۱۹

تحریر الاصول علامہ ابن الہمام اور اس کی شرح میں ہے:

العمل بہ ان یجری فی کل ما صدق علیہ المطلق[1]
اس پر عمل کرنا یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز میں جاری ہو جس پر مطلق صادق آتا ہے (ت)

یہاں تک کہ خود فتوائے مصدقہ نذیریہ میں ہے،

"جب عام و مطلق چھوڑا تو یقیناً اپنے عموم و اطلاق پر رہے گا عموم و اطلاق سے استدلال برابر زمانۂ صحابۂ کرام سے آج تک بلانکیر رائج ہے۔"[2]

اب سُنئے ذکرِ الٰہی کی خوبی شرع سے مطلقاً ثابت،

قال اللہ تعالٰی اذکروا اللہ ذکرًا کثیرًا[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: ) خدا کو یاد کرو بہت یاد کرنا۔

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلکہ تمام انبیا[ف] و اولیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یاد میں خدا کی یاد ہے کہ ان کی یاد ہے تو اسی لئے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، یہ اللہ کے ولی ہیں، معہذا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاد مجالس و محافل میں یونہی ہوتی ہے کہ حضرت حق تبارک وتعالٰی نے انہیں یہ مراتب بخشے یہ کمال عطا فرمائے، اب چاہے اسے نعت سمجھ لو یعنی ہمارے آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے ہیں جنہیں حق سبحانہ، وتعالٰی نے ایسے درجے دئے اس وقت یہ کلام کریمہ ورفع بعضھم درجات[4] (اور کوئی وہ ہے جس کو سب پر درجوں بلند کیا۔ ت) کی قبیل سے ہوگا چاہے حمد سمجھ لو یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے اس وقت یہ کلام کریمہ سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ[5] (پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ ت) و آیۂ کریمہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی[6] (وہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔ ت) کے طور پر ہوجائے گا۔ حق سبحانہ، وتعالٰی اپنے

---

ف: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر بعینہٖ اللہ تعالٰی کا ذکر ہے۔

[1]

[2] فتاوٰی نذیر حسین دہلوی

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۱ — [4] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۳

[5] " " ۱۷/ ۱ — [6] " " ۹/ ۳۳

نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے فرماتا ہے: ورفعنالك ذكرك[1] اور بلند کیا ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر۔ امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی شفا شریف میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر سیدی ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں:

جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكرك ذكرني[2]

یعنی حق تعالٰی اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو جو تمہارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا۔

بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کر سکتا کہ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاد بعینہٖ خدا کی یاد ہے پس بحکمِ اطلاق جس جس طریقہ سے ان کی یاد کی جائے گی حسن ومحمود ہی رہے گی اور مجلسِ میلاد وصلوۃ بعد اذان وغیرہا کسی خاص طریقے کے لئے ثبوت مطلق کے سوا کسی نئے ثبوت کی ہرگز حاجت نہ ہوگی ہاں جو کوئی ان طرق کو ممنوع کہے وہ ان کی خاص ممانعت ثابت کرے، اسی طرح نعمتِ الٰہی کے بیان و اظہار کا ہمیں مطلقاً حکم دیا گیا،

قال اللہ تعالٰی واما بنعمة ربك فحدث[3]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) اپنے رب کی نعمت خوب بیان کرو۔



اور ولادتِ اقدس حضور صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام نعمتوں کی اصل ہے تو اس کے خوب بیان و اظہار کا نص قطعی قرآن سے ہمیں حکم ہوا اور بیان و اظہار مجمع میں بخوبی ہوگا تو ضرور ہے کہ جس قدر ہوسکے لوگ جمع کئے جائیں اور انہیں ذکرِ ولادت باسعادت سنایا جائے اسی کا نام مجلسِ میلاد ہے، علٰی ہذا القیاس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر مسلمان کا ایمان ہے اور اس کی خوبی قرآن عظیم سے مطلقاً ثابت، قال اللہ تعالٰی:

انا ارسلنك شاهدا ومبشرا ونذيرا ○ لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه[4]

اے نبی! ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو! تم خدا اور رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم کرو۔

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/ ۴

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الاول الفصل الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۱/ ۱۵

[3] القرآن الکریم ۹۳/ ۱۱

[4] القرآن الکریم ۴۸/ ۸ و ۹

وقال تعالیٰ ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب[1]۔

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ بیشک دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

قال ومن یعظم حرمٰت اللہ فهو خیر له عند ربه[2]۔

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) جو تعظیم کرے خدا کی حرمتوں کی تو یہ بہتر ہے اس کے لئے اس کے رب کے یہاں۔

پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے گی حسن ومحمود رہے گی اور خاص خاص طریقوں کے لئے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہوگا۔ ہاں اگر کسی خاص طریقہ کی برائی بالتخصیص شرع سے ثابت ہوجائے گی تو وہ بیشک ممنوع ہوگا جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا یا جانوروں کو ذبح کرتے وقت بجائے تکبیر حضور کا نام لینا۔ اسی لئے علامہ ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں:

تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیها مشارکة اللہ تعالیٰ فی الالوهیة امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارهم[3]۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم تمام اقسام تعظیم کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ الوہیت میں شریک کرنا نہ ہو ہر طرح امر مستحسن ہے ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ نے نور بخشا ہے۔

پس یہ قیام[ف1] کہ وقت ذکر ولادت شریفہ اہل اسلام محض بنظر تعظیم واکرام حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام بجالاتے ہیں بیشک حسن ومحمود ٹھہرے گا تاوقتیکہ مانعین خاص اس صورت کی برائی کا قرآن وحدیث سے ثبوت نہ دیں وانّٰی لهم ذٰلك (اور یہ ان کے لئے کہاں سے ہوگا۔ ت)۔

**تنبیہ:** یہاں سے ثابت ہوا کہ تابعین وتبع تابعین تو درکنار خود قرآن عظیم سے مجلس وقیام کی خوبی ثابت ہے، والحمد للہ رب العٰلمین۔

**نکتہ[ف2] ۳:** ہم پوچھتے ہیں تمہارے نزدیک کسی فعل کے لئے رخصت یا ممانعت ماننا اس پر موقوف

---

ف1: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا نفیس طریقہ۔

ف2: نکتہ ۳، منکروں کی عجیب ہٹ دھرمی۔

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۰

[3] الجوہر المنظم مقدمہ فی آداب السفر الفصل الاول المکتبۃ القادریۃ فی الجامعۃ النظامیہ لاہور ص ۱۲

کہ قرآن و حدیث میں اس کا نام لے کر جائز کہا یا منع کیا ہو یا اس کی کچھ حاجت نہیں بلکہ کسی عام یا مطلق مامور بہ یا عام یا مطلق منہی عنہ کے تحت میں داخل ہونا کفایت کرتا ہے بر تقدیر اول تم پر فرض ہوا کہ بالخصوص مجلس و قیام مجلس کے نام کے ساتھ قرآن و حدیث سے حکم ممانعت دکھاؤ بر تقدیر ثانی کیا وجہ کہ ہم سے خصوصیت خاصہ کا ثبوت مانگتے ہو اور باآنکہ یہ افعال اطلاقات ذکر و تحدیث و تعظیم و توقیر کے تحت میں داخل ہیں جائز نہیں مانتے۔

**نکتہ نہم:** حضرات مانعین کا تمام طائفہ اس مرض میں گرفتار کہ قرون و زمان کو حاکم شرعی بنایا ہے جو نئی بات کہ قرآن و حدیث میں بایں ہیئت کذائی کہیں اس کا ذکر نہیں جب فلاں زمانے میں ہو تو کچھ بری نہیں اور فلاں زمانے میں ہو تو ضلالت و گمراہی، حالانکہ شرعًا و عقلًا کسی طرح زمانہ کو احکام شرع یا کسی فعل کی تحسین و تقبیح پر قابو نہیں، نیک بات کسی وقت میں ہو نیک ہے اور بُرا کام کسی زمانے میں ہو بُرا ہے۔ آخر بلوائے مصر و واقعہ کربلا و حادثۂ حرہ و بدعات خوارج و شناعات روافض و خباثات نواصب و خرافات معتزلہ وغیرہا امور شنیعہ زمانۂ صحابہ و تابعین میں حادث ہوئے مگر معاذ اللہ اس وجہ سے وہ نیک نہیں ٹھہر سکتے اور بنائے مدارس و تصنیف کتب و تدوین علوم و رد مبتدعین و تعلیم نحو و صرف و طرق اذکار و صور اشغال اولیائے سلاسل قدست اسرارہم وغیرہا امور حسنہ ان کے بعد شائع ہوئے مگر عیاذًا باللہ اس وجہ سے بدعت نہیں قرار پا سکتے اس کا مدار نفس فعل کے حسن و قبح پر ہے، جس کام کی خوبی صراحۃً یا اشارۃً قرآن و حدیث سے ثابت وہ بیشک حسن ہوگا چاہے کہیں واقع ہو اور جس کام کی برائی تصریحًا یا تلویحًا وارد وہ بیشک قبیح ٹھہرے گا خواہ کسی وقت میں حادث ہو جمہور محققین ائمہ و علمائے اس قاعدے کی تصریح فرمائی اگرچہ منکرین براہ سینہ زوری نہ مانیں۔ امام ولی الدین ابو زرعہ عراقی کا قول پہلے گزرا کہ "کسی چیز کا نو پیدا ہونا موجب کراہت نہیں کہ بہتیری بدعتیں مستحب بلکہ واجب ہوتی ہیں جبکہ ان کے ساتھ کوئی مفسدہ شرعیہ نہ ہو۔"[1] اسی طرح امام علامہ مرشد ملت حکیم اُمت سیدنا و مولانا حجۃ الحق والاسلام محمد غزالی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد بھی اوپر مذکور کہ "صحابہ سے منقول نہ ہونا باعث ممانعت نہیں، بُری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنت مامور بہا کا رد کرے۔"[2] اور کیمیائے سعادت میں ارشاد فرماتے ہیں:

---

ف: نکتہ ۹، منکرین کی حماقت کہ انھوں نے زمانہ کو حکم بنایا ہے۔

[1] اثبات القیام

[2] احیاء العلوم کتاب السماع والوجد الباب الثانی المقام الثالث مطبع المشہد الحسینی قاہرہ ۲/۳۰۵

ایں ہمہ گرچہ بدعت ست واز صحابہ و تابعین نقل نہ کردہ اند لیکن نہ ہرچہ بدعت بود نہ شاید کہ بسیاری بدعت نیکو باشد پس بدعت مذموم آں بود کہ بر مخالفت سنّت بود۔[1]

یہ سب امور اگرچہ نوپید ہیں اور صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول نہیں ہیں مگر ایسا بھی نہیں، ہر نئی بات ناجائز ہو کیونکہ بہت ساری نئی باتیں اچھی ہیں، چنانچہ مذموم بدعت وہ ہوگی جو سنّتِ رسول کے مخالف ہو۔ (ت)

امام بیہقی وغیرہ علماء حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

المحدثات من الامور ضربان احدھما احدث مما یخالف کتابًا او سنۃً او اثرًا او اجماعًا فھذہ البدعۃ ضالۃ والثانی ما احدث من الخیر ولاخلاف فیہ لواحد من ھذہ وھی غیر مذمومۃ۔[2]

نوپیدا باتیں دو قسم کی ہیں، ایک وہ ہیں کہ قرآن یا احادیث یا آثار اجماع کے خلاف نکالی جائیں یہ تو بدعت وگمراہی ہے، دوسرے وہ اچھی بات کہ احداث کی جائے اور اس میں ان چیزوں کا خلاف نہ ہو تو وہ بری نہیں۔

امام علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

والبدعۃ ان کانت مما تندرج تحت مستحسن فی الشرع فھی حسنۃ وان کانت مما تندرج تحت مستقبح فی الشرع فھی مستقبحۃ والا فھی من قسم المباح۔[3]

بدعت اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ اچھی بات ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے تو وہ بری ہے اور جو دونوں میں سے کسی کے نیچے داخل نہ ہو تو وہ قسم مباح سے ہے۔

اسی طرح صدہا اکابر نے تصریح فرمائی۔ اب مجلس و قیام وغیرہما امور متنازع فیہا کی نسبت تمہارا یہ کہنا کہ زمانہ صحابہ و تابعین میں نہ تھے لہذا ممنوع ہیں محض باطل ہوگیا، ہاں اس وقت ممنوع ہوسکتے ہیں جب تم کافی ثبوت دو کہ خاص ان افعال میں شرعًا کوئی برائی ہے ورنہ اگر

---

[1] کیمیائے سعادت رکن دوم اصل ہشتم باب دوم انتشارات گنجینہ ایران ص ۴۸۸-۸۹
[2] القول المفید للشوکانی باب ابطال التقلید ۱/۸۰
[3] فتح الباری کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان مصطفی البابی مصر ۵/۱۵۶-۵۷

کسی مستحسن کے نیچے داخل ہیں تو محمود، اور بالفرض کسی کے نیچے داخل نہ ہوئے تو مباح ہو کر محمود ٹھہریں گے کہ جو مباح بہ نیت نیک کیا جائے شرعاً محمود ہو جاتا ہے کما فی البحر الرائق وغیرہ (جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ میں ہے۔ ت) کیوں کیسے کھلے طور پر ثابت ہوا کہ ان افعال کی سند زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے مانگنا کس قدر نادانی و جہالت تھا والحمد للہ (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ ت)۔

**نکتہ ۵: بڑی مستند ان حضرات کی حدیث:**

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم[1]۔ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر اس کے بعد والوں کا پھر ان کے بعد والوں کا۔ (ت)

ہے۔ اس میں بحمد اللہ ان کے مطلب کی بو بھی نہیں، حدیث میں تو صرف اس قدر ارشاد ہوا کہ میرا زمانہ سب سے بہتر ہے پھر دوسرا پھر تیسرا، اس کے بعد جھوٹ اور خیانت اور تن پروری اور خواہی نخواہی گواہی دینے کا شوق لوگوں میں شائع ہو جائے گا، اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ ان زمانوں کے بعد جو کچھ حادث ہوگا اگرچہ کسی اصل شرعی یا عام مطلق ماموربہ کے تحت میں داخل ہو شنیع و مذموم ٹھہرے گا جو اس کے ثبوت کا دعوٰی رکھتا ہو بیان کرے کہ حدیث کے کون سے لفظ کا یہ مطلب ہے۔ اے عزیز! یہ تو بالبداہۃ باطل کہ زمانہ صحابہ و تابعین میں شر مطلقاً نہ تھا نہ ان کے بعد خیر مطلقاً رہی، ہاں اس قدر میں شک نہیں کہ سلف میں اکثر لوگ خدا ترس متقی پرہیزگار تھے بعد کو فتنے فساد پھیلتے گئے پھر یہ کن میں، یہ انھیں لوگوں میں جو علم و محبت اکابر سے بہرہ نہیں رکھتے، ورنہ علمائے دین ہر طبقہ اور ہر زمانہ میں منبع و مجمع خیر رہے ہیں مگر ہوا یہ کہ ان زمانوں میں علم بکثرت تھا کم لوگ جاہل رہتے تھے اور جو جاہل تھے وہ علماء کے فرمانبردار، اس لئے شر و فساد کو کم دخل ملتا کہ دین متین دامنِ علم سے وابستہ ہے اس کے بعد علم کم ہوتا گیا جہل نے فروغ پایا جاہلوں نے سرکشی و خودسری اختیار کی، لاجرم فتنوں نے سر اٹھایا، اب یہیں نہ دیکھئے کہ صدہا سال سے علمائے دین مجلس و قیام کو مستحب و مستحسن کہتے چلے آتے ہیں تم لوگ ان کا حکم نہیں مانتے انھیں سرتابیوں نے اس زمانے کو زمانہ شر بنا دیا۔ تو یہ جس قدر مذمتیں ہیں اس زمانہ مابعد کے جہال کی طرف راجع

---

ف: نکتہ ۵، حدیث خیر القرون قرنی کا مطلب۔

[1] جامع الترمذی ابواب الشہادات امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۴

ہیں ان سے کون استدلال کرتا ہے، نہ ہمارا یہ عقیدہ کہ جس زمانہ کے جاہل جو بات چاہیں اپنی طرف سے نکال لیں وہ مطلقاً محمود ہوجائے گی۔ کلام علماء میں ہے کہ جس امر کو یہ اکابر امت مستحب و مستحسن جانیں وہ بے شک مستحب و مستحسن ہے چاہے کبھی واقع ہو کہ علمائے دین کسی وقت میں مصدر و مظہر شر نہیں ہوتے، والحمد للہ رب العٰلمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

**نکتہ ۶ف:** اگر کسی زمانے کی تعریف اور اس کے مابعد کا نقصان احادیث میں مذکور ہونا اسی کو مستلزم ہو کہ اس زمانہ کے محدثات خیر ٹھہریں اور مابعد کے شر تو اکثر صحابہ و تابعین سے بھی ہاتھ اٹھا رکھئے۔

اخرج الحاکم وصححه عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه قال بعثنی بنوا المصطلق الی الٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فقالوا سل لنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الی من ندفع صدقاتنا بعدك فقال الی ابی بکر قال فان حدث بابی بکر حدث فالی من فقال الٰی عمر قالوا فان حدث بعمر حدث فقال الٰی عثمان قالوا فان حدث بعثمٰن حدث فقال ان حدث بعثمان حدث فتبا لکم الدھر تباً[1] اھ ملخصاً۔

امام حاکم نے تخریج و تصحیح فرمائی کہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں مجھے بنی مصطلق نے حضور سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا کہ حضور سے پوچھوں حضور کے بعد ہم اپنے اموال کی زکوٰۃ کسے دیں، فرمایا ابوبکر کو۔ عرض کی اگر ابوبکر کو کوئی حادثہ پیش آئے، فرمایا عمر کو۔ عرض کی اگر عمر کو کچھ حادثہ پیش آئے، فرمایا عثمان کو۔ عرض کی اگر عثمان کو کوئی حادثہ منہ دکھائے، فرمایا اگر عثمان کا بھی واقعہ ہو تو، فرمایا خرابی ہو تمھارے لئے ہمیشہ پھر خرابی ہے اھ ملخصاً۔

واخرج ابونعیم فی الحلیة والطبرانی عن سهل بن ابی حثمة رضی اللہ تعالٰی عنه فی حدیث طویل قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا اتی علی ابی بکر اجله وعمر اجله وعثمٰن اجله فان

(ابونعیم نے حلیہ میں اور طبرانی نے سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک طویل حدیث میں تخریج فرمائی۔ ت) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، جب انتقال کریں ابوبکر و عمر و عثمان تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ مرجائے

ف: نکتہ ۶، حدیث خیر القرون کی دوسری طرح سے بحث۔

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر بامامۃ الناس فی الصلٰوۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۷۷

استطعت ان تموت فمت[1]

تو مرجانا۔

اخرج الطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویحك اذا مات عمر فان استطعت ان تموت فمت[2] حسنہ الامام جلال الدین وفی الحدیث قصۃٌ۔

(طبرانی نے کبیر میں عصمت بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تخریج فرمائی، فرمایا:) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر افسوس جب عمر مرجائیں تو اگر مرسکے تو مرجانا۔ (امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس کو حسن قرار دیا اور اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔ ت)

اب تمہارے طور پر چاہئے کہ زمانہ پاک حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم بلکہ صرف زمانۂ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما تک خیر رہے، پھر جو کچھ حادث ہوا اگرچہ عین خلافتِ حقہ راشدہ سیدنا و مولٰنا امیر المومنین علی المرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ میں وہ معاذ اللہ سب شر و قبیح و مذموم و بدعتِ ضلالت قرار پائے، خدا ایسی بُری سمجھ سے اپنی پناہ میں رکھے، اور مزہ یہ ہے کہ ان احادیث کے مقابل حدیث خیر القرون بھی نہیں لاسکتے کہ تمہارے امام اکبر مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کے دادا اور دادا استاد اور پردادا پیر شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی انھیں احادیث اور ان کے امثال پر نظر کرکے حدیث خیر القرون کے معنٰی ہی کچھ اور بتاگئے ہیں، دیکھئے ازالۃ الخفا میں کیا کچھ فرمایا ہے، حدیث خیر القرون ذکر کرکے لکھتے ہیں:

بنائے ایں استدلال بر توجیہ صحیحی ست کہ اکثر احادیث شاہد آنست کہ قرنِ اول از زمانہ ہجرت آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تا زمانہ وفات وی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و قرن ثانی از ابتدائے خلافت حضرت صدیق تا وفات حضرت فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما و قرن ثالث قرن حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی

اس استدلال کی بنیاد ایک صحیح توجیہ پر ہے جس پر اکثر احادیث شاہد ہیں وہ یہ ہے کہ قرن اول حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہجرت کے زمانے سے آپ کی وفات کے زمانے تک ہے، اور قرنِ ثانی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ابتدائے خلافت سے وفاتِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ تک ہے، اور قرن ثالث سیدنا

---

[1] ازالۃ الخفا بحوالہ سہل بن ابی حثمہ فصل پنجم مقصد اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۲۴

[2] المعجم الکبیر حدیث ۴۷۸ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۷/۱۸۱

عنہ وہر قرنے قریب بر دوازدہ سال بودہ است قرن در لغت قوم متقارنین فی السن بعد ازاں قومے راکہ در ریاست وخلافت مقترن باشد قرن گفتہ شد چوں خلیفہ دیگر باشند و وزرائے حضور دیگر امرائے امصار دیگر ورؤسائے جیوش دیگر وسپاہان دیگر وحربیان دیگر و ذمیان دیگر تفاوت قرون بہم می رسد۔[1]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا زمانہ خلافت ہے۔ اور ہر قرن تقریباً بارہ سال کا ہے۔ قرن لغت میں اس قوم کو کہتے ہیں جو عمر میں قریب قریب ہوں، پھر اس کا اطلاق اس قوم پر ہونے لگا جو ریاست وخلافت میں مقترن ہو۔ جب خلیفہ دوسرا ہو، اس کے وزراء وامراء، سپہ سالار، فوج، حربی اور ذمی دوسرے ہوں تو قرن بدل جاتا ہے۔ (ت)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

قرن اول زمانِ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بود از ہجرت تا وفات وقرن ثانی زمان شیخین و قرن ثالث زمان ذی النورین بعد ازاں اختلافہا پدید آمد وفتنہا ظاہر گردیدند۔[2]

قرنِ اول سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہجرت سے وصال تک کا زمانہ ہے۔ اور قرنِ ثانی شیخین یعنی صدیق وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا زمانہ ہے۔ اور قرن ثالث سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالٰی عنہ کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد اختلافات نمودار ہوئے اور فتنے ظاہر ہوئے۔ (ت)



بالجملہ اس قدر میں تو شک نہیں کہ یہ معنی بھی حدیث میں صاف محتمل اور بعد احتمال کے تمہارا استدلال یقیناً ساقط۔ والحمد للہ رب العالمین۔

**نکتہ ۷:** اگر کسی زمانہ کی تعریف حدیث میں آنا اسی کا موجب ہو کہ اس کے محدثات خیر قرار پائیں تو بسم اللہ وہ حدیث ملاحظہ ہو کہ امام ترمذی نے بسندِ حسن حضرت انس اور امام احمد نے حضرت عمار بن یاسر اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عمار بن یاسر وسلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی اور محقق دہلوی نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں بنظر کثرتِ طرق اس کی صحت پر حکم دیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل امتی مثل المطر لا یدری

میری امت کی کہاوت ایسی ہے جیسے مینہ کہ

ف: نکتہ ۷: حدیثِ قرن کا تیسرا جواب۔

[1] ازالۃ الخفاء فصل چہارم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۵۰

[2] " " " " " ۱/۱۲۱

ف: حدیث قرن کا تیسرا جواب۔

اولہ خیر ام اٰخرہ[1] — نہیں کہہ سکتے کہ اس کا اگلا بہتر ہے یا پچھلا۔

شیخ محقق شرح میں لکھتے ہیں:

کنایہ است از بودن ہمہ اُمت خیر چنانکہ مطر ہمہ خیرو نافع ست[2]

یہ تمام امت کے خیر ہونے کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ بارش تمام کی تمام خیر اور فائدہ مند ہوتی ہے۔ (ت)

امام مسلم اپنی صحیح میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی:

لاتزال طائفۃ من امتی قائمۃ بامر اللہ لایضرھم من خذلھم اوخالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم ظاھرون علی الناس[3]

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ خدا کے حکم پر قائم رہے گا انھیں نقصان نہ پہنچائے گا جو انھیں چھوڑے گا یا ان کا خلاف کرے گا یہاں تک کہ خدا کا وعدہ آئے گا اس حال میں کہ وہ لوگوں پر غالب ہوں گے۔

شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں:



گمان مبر کہ در زمان شرور ہمہ کس شریر بودہ اند وعنایت ہائے الٰہی در تہذیب نفوس بیکار افتاد بلکہ انجب اسرار عجیب ست[4]

یہ گمان مت کر کہ بُرے زمانے کے سب لوگ بُرے ہوتے ہیں اور عنایاتِ الٰہی انکی تہذیب نفوس میں بیکار ثابت ہوتی ہے بلکہ اس جگہ عجیب راز ہیں،

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو\
نفی حکمت مکن از بہر دل عامی چند

شراب کے تمام عیوب تو تم نے بیان کر دئے کچھ اس کی خوبی بھی بیان کرو۔\
عامی کا دل رکھنے کے لئے حکمت کا بالکل انکار نہ کرو۔

درہر زمانہ طائفہ را مہبط انوار و برکات ساختہ اند[5]

قدرت ہر زمانے میں بندگانِ خدا کے ایک گروہ کو انوار وبرکات کا مرکز بناتی ہے۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الامثال ۲/ ۱۱۰ و مسند احمد بن حنبل عن انس بیروت ۳/ ۱۴۳

[2] اشعۃ اللمعات کتاب المناقب والفضائل باب ثواب ھذہ الامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۷۵۳

[3] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۴۳

[4] ازالۃ الخفاء فصل پنجم تنبیہات تتمہ مقصد بالا سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۱۴۵

[5] ازالۃ الخفاء فصل پنجم

کہئے اب کدھر گئی ان قرون کی تخصیص، اور کیوں نہ خیر ٹھہریں گے وہ امور جو علماء و عرفائے مابعد میں بلحاظ اصول عموم و اطلاق شائع ہوئے، والحمدللہ۔

**نکتہ ۸** ف: صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کے محاورات و مکالمات دیکھئے تو وہ خود صاف صاف ارشاد فرمارہے ہیں کہ کچھ ہمارے زمانے میں ہونے نہ ہونے پر مدار خیریت نہیں، دیکھئے بہت نئی باتیں کہ زمانہ پاک حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نہ تھیں ان کے زمانہ میں پیدا ہوتیں اور وہ انھیں بُرا کہتے اور نہایت تشدد وانکار فرماتے اور بہت تازہ باتیں حادث ہوتیں کہ ان کو بدعت و محدثات مان کر خود کرتے اور لوگوں کو اجازت دیتے اور خیر و حسن بتاتے۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ تراویح کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں:

نعمت البدعة ھذہ[1] کیا اچھی بدعت ہے یہ۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نماز چاشت کی نسبت فرماتے ہیں:

انھا بدعة ونعمت البدعة وانھا لمن احسن ما احدث الناس[2] بے شک وہ بدعت ہے اور کیا ہی عمدہ بدعت ہے اور بیشک وہ ان بہتر چیزوں میں سے ہے جو لوگوں نے نئی نکالیں۔



سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

احدثتم قیام رمضان فدوموا علیه ولا تترکوہ[3] تم لوگوں نے قیام رمضان نیا نکالا تو اب جو نکالا ہے تو ہمیشہ کئے جاؤ اور اسے کبھی نہ چھوڑنا۔

دیکھو یہاں تو صحابہ کرام نے ان افعال کو بدعت کہہ کر حسن کہا اور انھیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے مسجد میں ایک شخص کو تثویب کہتے سن کر اپنے غلام سے فرمایا:

اخرج بنا من عند ھذا المبتدع[4] نکل چل ہمارے ساتھ اس بدعتی کے پاس سے۔

---

ف: نکتہ ۸: حدیث قرن کا چوتھا جواب

[1] صحیح البخاری کتاب الصوم فصل من قام رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۶۹

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۵۶۳ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۲/ ۴۲۴

[3] المعجم الاوسط حدیث ۶۴۴۷ ، ۸/ ۲۱۸ و الدرالمنثور تحت الآیة ۵۷/ ۲۷ ، ۸/ ۶۴

[4] المصنف لعبدالرزاق باب التثویب فی الاذان والاقامة المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۷۵

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو نماز میں بسم اللہ باواز پڑھتے سنا، فرمایا:

| | |
|---|---|
| ای بنی محدث ایاک والحدث [1] | اے میرے بیٹے! یہ نو پیدا بات ہے، بچ نئی باتوں سے۔ |

یہ فعل بھی اس زمانہ میں واقع ہوئے تھے انھیں بدعت سیئہ مذمومہ ٹھہرایا تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی اپنے زمانہ میں ہونے نہ ہونے پر مدار نہ تھا بلکہ نفس فعل کو دیکھتے اگر اس میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا اجازت دیتے ورنہ منع فرماتے اور یہی طریقہ بعینہٖ زمانہ تابعین وتبع تابعین میں رائج رہا ہے۔ اپنے زمانہ کی بعض نو پیدا چیزوں کو منع کرتے بعض کو جائز رکھتے اور اس منع واجازت کے لئے آخر کوئی معیار تھا اور وہ نہ تھا مگر نفس فعل کی بھلائی برائی، تو باتفاق صحابہ وتابعین وتبع تابعین قاعدہ شرعیہ وہی قرار پایا کہ حسن ہے اگرچہ نیا ہو اور قبیح قبیح ہے اگرچہ پرانا ہو، پھر ان کے بعد یہ اصل کیوں کر بدل سکتی ہے، ہماری شرع بحمد اللہ ابدی ہے، جو قاعدے اس کے پہلے تھے قیامت تک رہیں گے، معاذ اللہ زید و عمرو کا قانون تو ہے ہی نہیں کہ تیسرے سال بدل جائے۔



**نکتہ ۹**: یہ اعتراض کہ پیشوائے دین نے تو یہ فعل کیا ہی نہیں ہم کیونکر کریں زمانہ صحابہ میں پیش ہو کر رد ہو چکا اور بفرمانِ جلیل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسیدنا فاروق اعظم وغیرہما صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرار پا چکا کہ بات فی نفسہٖ اچھی ہونا چاہئے اگرچہ پیشوائے دین نے نہ کی ہو۔ صحیح بخاری شریف میں ہے:

| | |
|---|---|
| عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ارسل الیّ ابوبکر مقتل اھل الیمامۃ فاذا عمر ابن الخطاب عندہٗ | حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جنگِ یمامہ میں بہت صحابہ حاملانِ قرآن شہید ہوئے تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلوایا، میں حاضر ہوا |

---

ف: نکتہ ۹ حدیث قرون کا پانچواں جواب اور اس کا رد کہ پیشواؤں نے نہ کیا تم کیسے کرتے ہو اور زمانہ صدیق میں وہابیت پر صحابہ کبار کا اتفاق۔

[1] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی ترک الجہر امین کمپنی دہلی ۱/۳۳

قال ابو بکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقراء القرآن وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذهب کثیر من القرآن وانی اری ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعله رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم قال عمر هذا واللّٰه خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح اللّٰه صدری لذلك ورأیت فی ذلك الذی رأی عمر قال زید قال ابو بکر انك رجل شاب عاقل لا نتهمك وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فتتبع القرآن واجمعه فواللّٰه لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علیّ مما امرنی به من جمع القرآن قال قلت لابی بکر کیف



تو فرمایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آئے ہیں اور انھوں نے کہا ہے کہ یمامہ میں بہت حفاظِ قرآن شہید ہوئے اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر حاملانِ قرآن تیزی سے شہید ہوتے گئے تو قرآن کا ایک بڑا حصہ ختم ہوجائے گا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے جمع کرنے اور ایک جگہ لکھنے کا حکم دیں، صدیق اکبر نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ کام کیا ہی نہیں تم کیونکر کروگے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگرچہ حضور اقدس سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا مگر خدا کی قسم کام تو خیر ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر عمر رضی اللہ تعالے عنہ مجھ سے اس معاملہ میں بحث کرتے رہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے میرا سینہ اس امر کے لئے کھول دیا اور میری رائے عمر رضی اللہ تعالے عنہ کی رائے سے موافق ہوگئی۔ زید بن ثابت نے کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا تم نوجوان مرد عاقل ہو ہم تمھیں متہم بھی نہیں کرتے ہیں کیونکہ تم جناب رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتے تھے پس قرآن تلاش کرو اور اس کو جمع کرو، اللہ کی قسم! اگر مجھے کسی پہاڑ کو اٹھانے کی تکلیف دیتے تو قرآن جمع کرنے سے جس کا انھوں نے مجھے حکم دیا تھا زیادہ بھاری نہ ہوتا' میں نے کہا وہ کام تم کیسے کروگے جو

تفعلون شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ھو واللہ خیر فلم یزل ابوبکر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری للذی شرح لہ صدر ابوبکر و عمر فتتبعت القرآن و اجمعہ[1] الحدیث۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ اچھا کام ہے، ابوبکر صدیق میرے ساتھ بحث کرتے رہے حتی کہ اللہ نے اس کے لئے میرا سینہ کھول دیا جس کے لئے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کا سینہ کھولا تھا پھر میں نے قرآن تلاش کرنا اور جمع کرنا شروع کیا الحدیث۔

دیکھو زید بن ثابت نے صدیق اکبر اور صدیق اکبر نے فاروق اعظم پر اعتراض کیا تو ان حضرات نے یہ جواب نہ دیا کہ یہ نئی بات نکالنے کی اجازت نہ ہوتا تو پچھلے زمانہ میں ہوگا ہم صحابہ ہیں ہمارا زمانہ خیر القرون سے ہے، بلکہ یہی جواب دیا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کام نہ کیا پر وہ کام تو اپنی ذات میں بھلائی کا ہے پس کیونکر ممنوع ہوسکتا ہے۔ اور اسی پر صحابہ کرام کی رائے متفق ہوئی اور قرآن عظیم باتفاق حضرات صحابہ جمع ہوا۔ اب غضب کی بات ہے ان حضرات کو سودا اچھلے اور جو بات کہ صحابہ کرام میں طے ہوچکی پھر اکھیڑیں۔

**نکتہ ۱۰:** جو اعتراض ہم پر کرتے ہیں کہ تم کیا صحابہ تابعین اور تبع تابعین سے محبت و تعظیم میں زیادہ ہو کہ جو کچھ انھوں نے نہ کیا تم کرتے ہو، لطف یہ ہے کہ بعینہٖ وہی اعتراض اگر قابل تقسیم ہو تو تبع تابعین پر باعتبار تابعین اور تابعین پر باعتبار صحابہ اور صحابہ پر باعتبار رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وارد مثلاً جس فعل کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صحابہ و تابعین کسی نے نہ کیا اور تبع تابعین کے زمانہ میں پیدا ہوا تو تم اسے بدعت نہیں کہتے، ہم کہتے ہیں اس کام میں بھلائی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صحابہ و تابعین ہی کرتے تبع تابعین کیا ان سے زیادہ دین کا اہتمام رکھتے ہیں جو انھوں نے نہ کیا یہ کریں گے اسی طرح تابعین کے زمانہ میں جو کچھ پیدا ہوا اس پر وارد ہوگا کہ بہتر ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صحابہ کیوں نہ کرتے تابعین کچھ ان سے بڑھ کر ٹھہرے علٰی ہذا القیاس جو نئی باتیں صحابہ نے کیں انھیں بھی تمھاری طرح کہا جائے گا۔

---

ف: نکتہ ۱۰ اس کا رد کہ تم کیا اگلوں سے محبت وغیرہ میں زیادہ ہو۔

[1] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۴۵

بزہد و ورع کوش و صدق وصفا    ولیکن میفزائے بر مصطفٰے

(زہد، تقوٰی، سچائی اور صفائی میں کوشش کر لیکن مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر مت بڑھا۔ ت)

کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معاذ اللہ ان کی خوبی نہ معلوم ہوئی یا صحابہ کو افعالِ خیر کی طرف زیادہ توجہ تھی۔ غرض یہ بات ان مدہوشوں نے ایسی کہی جس کی بناء پر عیاذًا باللہ عیاذًا باللہ تمام صحابہ وتابعین بھی بدعتی ٹھہرے جاتے ہیں مگر اصل وہی ہے کہ نہ کرنا اور بات ہے اور منع کرنا اور چیز۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اگر ایک کام نہ کیا اور اس کو منع بھی نہ فرمایا تو صحابہ کو کون مانع ہے کہ اسے نہ کریں اور صحابہ نہ کریں تو تابعین کو کون عائق، وہ نہ کریں تو تبع پر الزام نہیں، وہ نہ کریں تو ہم پر مضائقہ نہیں۔ بس اتنا ہونا چاہئے کہ شرع کے نزدیک وہ کام بُرا نہ ہو۔ عجب لطف ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین کا قطعًا نہ کرنا تو حجت نہ ہوا اور تبع کو باوجود ان سب کے نہ کرنے کے اجازت ملی مگر تبع میں وہ خوبی ہے کہ جب وہ بھی نہ کریں تو اب پچھلوں کے لئے راستہ بند ہوگیا اس بے عقلی کی کچھ بھی حد ہے اس سے تو اپنے یہاں کے ایک بڑے امام نواب صدیق حسن خاں شوہر ریاست بھوپال ہی کا مذہب اختیار کر لو تو بہت اعتراضوں سے بچو کہ انھوں نے بے دھڑک فرمادیا جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے نہ کیا سب بدعت و گمراہی ہے۔ اب چاہے صحابہ کریں خواہ تابعین کوئی ہو بدعتی ہے یہاں تک کہ بوجہ ترویج تراویح امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کو معاذ اللہ گمراہ ٹھہرایا اور اعدائے دین کے پیرو مرشد عبداللہ بن سبا کی روح مقبوح کو بہت خوش کیا، انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون (بے شک ہم اللہ تعالٰے کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ت)

مجلس وقیام کا انکار کرتے کرتے کہاں تک نوبت پہنچی اللہ تعالٰے اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔ آمین!

**نکتہ ۱۱:** امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لایدل علی المنع[1]۔ کرنے سے تو جواز سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی ہے۔

---

ف: نکتہ ۱۱: نہ کرنا اور ہے اور منع کرنا اور۔

[1] المواہب اللدنیہ

شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

نہ کردن چیزے دیگر ست و منع فرمودن چیزے دیگر[1] اھ ملخصاً۔ نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

تمہاری جہالت کہ تم نے کسی فعل کے نہ کرنے کو اس فعل سے ممانعت سمجھ رکھا ہے۔

**نکتہ ۱۲:** سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست، حقیقت الامر یہ ہے کہ صحابہ و تابعین کو اعلاء کلمۃ اللہ وحفظ بیضۂ اسلام و نشر دین متین وقتل قہر کافرین واصلاح بلاد و عباد و اطفائے آتشِ فساد و اشاعتِ فرائض وحدودِ الٰہیہ واصلاح ذات البین ومحافظت اصول ایمان وحفظ روایت حدیث وغیرہا امور کلیہ مہمہ سے فرصت نہ تھی لہٰذا یہ امر جزئیہ مستحبہ تو کیا معنی بلکہ تاسیس قواعد واصول وتفریع جزئیات و فروع وتصنیف و تدوین علوم ونظم دلائل حق و رد شبہات اہل بدعت وغیرہا امور عظیمہ کی طرف بھی توجہ کامل نہ فرما سکے۔ جب بفضل اللہ تعالٰی ان کے زورِ بازو نے دینِ الٰہی کی بنیاد مستحکم کردی اور مشارق و مغارب میں ملتِ حنفیہ کی جڑ جم گئی۔ اس وقت ائمہ و علمائے مابعد نے تحت و بخت سازگار پاکر بیخ دین جمانے والوں کی ہمت بلند کے قدم اور باغبان حقیقی کے فضل پر تکیہ کرکے اہم فالاہم کاموں میں مشغول ہوئے اب تو بے خلش صرصر و اندیشہ سموم اور ہی آبیاریاں ہونے لگیں۔ فکر صائب نے زمین تدقیق میں نہریں کھودیں۔ ذہن رواں نے زلال تحقیق کی ندیاں بہائیں۔ علماء و اولیاء کی آنکھیں ان پاک مبارک نونہالوں کے لئے تھالے بنیں ہوا خواہانِ دین وملت کی نسیم انفاس متبرکہ نے عطر باریاں فرمائیں یہاں تک کہ یہ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا باغ ہرا بھرا پھلا پھولا لہلہایا اور اس کے بھینے پھولوں سہانے پتوں نے چشم و کام و دماغ پر عجب ناز سے احسان فرمایا، الحمد للہ رب العالمین، اب اگر کوئی جاہل اعتراض کرے یہ کنپھیاں جو اب پھوٹیں جب کہاں تھیں، یہ پتیاں جو اب نکلیں پہلے کیوں نہاں تھیں یہ پتلی پتلی ڈالیاں جو اب جھومتی ہیں نو پیدا ہیں یہ ننھی ننھی کلیاں جو اب مہکتی ہیں تازہ جلوہ نما ہیں اگر ان میں کوئی خوبی پاتے تو اگلے کیوں چھوڑ جاتے تو اس کی حماقت پر اس الٰہی باغ کا ایک ایک پھول قہقہہ لگائے گا کہ او جاہل! اگلوں کو جڑ جمانے کی فکر تھی وہ فرصت پاتے تو یہ سب کچھ کر دکھاتے آخر اس سفاہت کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ وہ نادان اس باغ کے پھل پھول سے

---

ف: نکتہ ۱۲ اصل بات اور اگلے لوگوں میں نہ ہونے کی وجہ۔

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم در مطاعن خلفائے ثلثہ طعن ہفتم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

35 محروم رہے گا۔ بھلا غور کرنے کی بات ہے ایک حکیم فرزانہ کے گھر آگ لگی اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھولے بھالے اندر مکان کے گھر گئے اور لاکھوں روپوں کا مال واسباب بھی تھا اس دانشمند نے مال کی طرف مطلق خیال نہ کیا اپنی جان پر کھیل کر بچوں کو سلامت نکال لیا، یہ واقعہ چند بے خرد بھی دیکھ رہے تھے اتفاقاً ان کے یہاں بھی آگ لگی یہاں نرا مال ہی مال تھا۔ کھڑے ہوئے دیکھتے رہے اور سارا مال خاکستر ہو گیا۔ کسی نے اعتراض کیا تو بولے تم احمق ہو ہم اس حکیم دانشور کی آنکھیں دیکھے ہوئے ہیں اس کے گھر آگ لگی تھی تو اس نے مال کب نکالا تھا جو ہم نکالتے مگر بیوقوف اتنا نہ سمجھے کہ اس اولوالعزم حکیم کو بچوں کے بچانے سے فرصت کہاں تھی کہ مال نکالتا نہ یہ کہ اس نے مال نکالنا برا جان کر چھوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اوندھی سمجھ نہ دے۔ آمین!

**نکتہ ۱۳**[1]: ہم نے مانا کہ جو کچھ قرونِ ثلٰثہ میں نہ تھا سب منع ہے۔ اب ذرا حضرات مانعین اپنی خبر لیں۔ یہ مدرسے جاری کرنا اور لوگوں سے چندہ لینا اور طلباء کے لئے مطبع نولکشور سے فیصدی دس روپیہ کمیشن لے کر کتابیں منگانا اور بہ تخصیص روز جمعہ بعد نماز جمعہ وعظ کا التزام کرنا، جہاں وعظ کہنے جائیں نذرانہ لینا، دعوتیں اڑانا، مناظروں کے لئے جلسے اور نرخ مقرر کرنا، مخالفین کی رد میں کتابیں لکھوانا چھپوانا، واعظوں کا شہر بشہر گشت لگانا، صحاح کے دو دو ورق پڑھ کر محدثی کی سند لینا اور ان کے سوا ہزاروں باتیں کہ اکابر و اصاغر طائفہ میں بلا نکیر رائج ہیں قرونِ ثلٰثہ میں کب تھیں اور ان پیشوایانِ فرقہ جدیدہ کا تو ذکر ہی کیا ہے جو دو دو روپے نذرانہ لے کر مسئلوں پر مُہر ثبت کریں، مُدعی مدعا علیہ دونوں کے ہاتھ میں حضرت کا فتویٰ، حج کو جائیں تو کمشنر دہلی و بمبئی کی چٹھیاں ضرور ہوں، شاید یہ تین باتیں قرونِ ثلٰثہ میں تھیں یا تمہارے لئے پروانہ معافی آ گیا ہے کہ جو چاہو کرو تم پر کچھ مواخذہ نہیں یا یہ نکتہ چینیاں انہی باتوں میں ہیں جنہیں تعظیم و محبت حضور پرنور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے علاقہ ہو باقی سب حلال و شیرِ مادر۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی الاکبر۔

**نکتہ ۱۴**[2]: واجب الحفظ۔ افسوس! کیا الٹا زمانہ ہے اور امورِ تعظیم و ادب میں سلف صالحین سے آج تک برابر ائمہ دین کا یہی داب رہا کہ ورود و عدم ورود خصوصیات پر نظر نہ کی بلکہ تصریح

---

[1]: نکتہ ۱۳ مسئلہ قرون کا چھٹا جواب وہابیہ کی ہٹ دھرمی۔

[2]: نکتہ ۱۴ تعظیم محبوبانِ خدا میں قاعدہ یہ ہے کہ جس قدر چاہو نئے طریقے نکالو سب حسن ہیں جب تک کسی خاص طریقے کی شرع میں ممانعت نہ ہو۔

قاعدہ کلیہ بنایا:

کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا۔ کما صرح بہ الامام المحقق علی الاطلاق فقیہ النفس سیدی کمال الملۃ والدین محمد فی فتح القدیر[1] وتلمیذہ الشیخ رحمہ اللہ السندی فی المنسک المتوسط واقرہ الفاضل القاری فی المسلک المتقسط واثرہ فی العالمگیریۃ وغیرھا۔

جس بات کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ادب و تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ بہتر ہے (جیسا کہ امام محقق علی الاطلاق، فقیہ النفس، میرے آقا، کمال الملۃ والدین محمد نے فتح القدیر میں تصریح فرمائی اور ان کے شاگرد شیخ سندی علیہ الرحمۃ نے منسک المتوسط میں وضاحت فرمائی اور فاضل قاری علیہ الرحمۃ نے اس کو برقرار رکھا اور عالمگیریہ وغیرہ میں اس کو ترجیح دی ہے ت)

اور امام ابن حجر کا قول گزرا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہر طرح بہتر ہے جب تک الوہیت اللہ میں شریک نہ ہو، اسی لئے سلفاً وخلفاً مسلمان نے کسی نئے طریقہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ادب کیا اس ایجاد کو علماء نے اس کے مدائح میں شمار کیا نہ یہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ ٹھہرایا یہ بلا انہی مدعیانِ دین و ادب میں چلی کہ ہر بات پر پوچھتے ہیں فلاں نے کب کیں فلاں نے کب کیں حالانکہ خود ہزاروں باتیں کرتے ہیں جو فلاں نے کیں نہ فلاں نے کیں مگر یہ بھی طرفہ کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گھٹانے مٹانے کے لئے ایک حیلہ نکال کر زبان سے کہتے جائیں ع



بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(قصہ مختصر یہ کہ اللہ تعالٰی کے بعد سب سے زیادہ بزرگی والے آپ ہیں۔ ت)

اور بلطائف الحیل جہاں تک بن پڑے اور محبت و تعظیم میں کلام کرتے جائیں آخر ان کا امام اکبر تقویۃ الایمان[2] میں تصریح کر چکا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعریف ایسے کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس میں سے کمی کرو یہ ایمان ہے یہ دین ہے اور دعوٰی ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، خیر بات بڑھتی ہے مطلب پر آئیے۔ ہاں تو اگر میں ان امور کا استیعاب کروں جو دربارۂ آداب و تعظیم حادث ہوتے گئے اور اس احداث کو علماء نے موجد کے مدائح سے گنا تو ایک دفتر طویل ہوتا ہے، لہٰذا چند مثالوں پر اقتصار کر رہا ہوں:

---

[1] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۹۴

[2] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴۲

**مثال ۱:** سیدنا امام مالک صاحب المذہب عالم المدینہ رضی اللہ تعالٰی عنہ باآنکہ مثل سیدنا عبداللہ بن عمرو وعبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ اتباعِ سلف وصحابہ کرام کا احداث میں نہایت ہی اہتمام رکھتے تھے۔ اس پر ان کے ایمان ومحبت کا تقاضا ہوا کہ ادب وحدیث خوانی میں وہ باتیں علماء کے نزدیک امام مالک کے فضائل جلیلہ سے ٹھہرا اور ان کی غایت ادب ومحبت پر دلیل قرار پایا۔ امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شفاء شریف میں لکھتے ہیں:

قال مطرف کان اذا اتی الناس مالکا خرجت الیھم الجاریۃ فتقول لھم یقول لکم الشیخ تریدون الحدیث او المسائل فان قالوا المسائل خرج الیھم وان قالوا الحدیث دخل مغتسلہ واغتسل وتطیب ولبس ثیابا جُددا ولبس ساجہ وتعمم ووضع علی راسہ ردائہ وتلقی لہ منصّۃ فیخرج ویجلس علیھا وعلیہ الخشوع لایزال یبخر بالعود حتی یفرغ من حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال غیرہ ولم یکن یجلس علٰی تلک المنصّۃ الا اذا حدث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ابن اویس فقیل لمالک فی ذٰلک فقال احبُّ ان اعظم حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا احدث بہ الا علٰی طہارۃ متمکنا۔[1]

مطرف نے کہا جب لوگ مالک بن انس کے پاس علم حاصل کرنے آتے ایک کنیز آکر پوچھتی شیخ تم سے فرماتے ہیں تم حدیث سیکھنے آئے ہو یا فقہ ومسائل؟ اگر انھوں نے جواب دیا فقہ ومسائل جب تو آپ تشریف لاتے اور اگر کہا کہ حدیث، تو پہلے غسل فرماتے خوشبو لگاتے نئے کپڑے پہنتے طیلسان اوڑھتے اور عمامہ باندھتے چادر سرِ مبارک پر رکھتے ان کے لئے ایک تخت مثل تختِ عروس بچھایا جاتا اس وقت باہر تشریف لاتے اور بنہایت خشوع اس پر جلوس فرماتے اور جب تک حدیث بیان کرتے تھے اگربتی سلگاتے اور اس تخت پر اسی وقت بیٹھتے تھے جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنا ہوتی۔ حضرت سے اس کا سبب پوچھا، فرمایا میں دوست رکھتا ہوں کہ حدیثِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کروں اور میں حدیث بیان نہیں کرتا جب تک وضو کرکے خوب سکون ووقار کے ساتھ نہ بیٹھوں۔



---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الثانی الباب الثالث المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۳۸، ۳۹

**مثال ۲:** اسی میں ہے:

کان مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ لا یرکب بالمدینۃ دابۃ وکان یقول استحی من اللہ تعالٰی ان اطأ تربۃ فیھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحافر دابۃ۔[1]

امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ مدینہ طیبہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے تھے مجھے شرم آتی ہے خدائے تعالٰی سے کہ جس زمین میں حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جلوہ فرما ہوں اسے جانور کے سُم سے روندوں۔

**مثال ۳:** اسی میں ہے:

قد حکی ابو عبد الرحمٰن السلمی عن احمد بن فضلویۃ الزاھد وکان من الغزاۃ الرماۃ انہ قال مامسست القوس بیدی الا علٰی طھارۃ منذ بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخذ القوس بیدہ۔[2]

امام ابو عبد الرحمٰن سلمی احمد بن فضلویہ زاہد غازی تیرانداز سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے کبھی کمان بے وضو ہاتھ سے نہ چھوئی جب سے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کمان دستِ اقدس میں لی ہے۔



**مثال ۴:** امام ابن حاج مالکی کہ مستندین مانعین سے ہیں اور احداث کی ممانعت میں نہایت تصلب رکھتے ہیں مدخل میں فرماتے ہیں:

وتقدمت حکایۃ بعضھم انہ جاور بمکۃ اربعین سنۃ ولم یبل فی الحرم ولم یضطجع فمثل ھذا تستحب لہ المجاورۃ او یؤمر بھا۔[3]

بعض صالحین چالیس برس مکہ معظمہ کے مجاور رہے اور کبھی حرم میں پیشاب نہ کیا اور نہ لیٹے۔ ابن الحاج کہتے ہیں ایسے شخص کو مجاورت مستحب یا یوں کہئے کہ اسے مجاورت کا حکم دیا جائے گا۔

**مثال ۵:** اسی میں ہے:

---

[1] الشفاء القسم الثانی الباب الثالث فصل ومن توقیرہ الخ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/ ۴۸

[2] " " " " " "

[3] المدخل فصل فی ذکر بعض ما یعتور الحاج فی حجہ الخ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۲۵۳

وقد جاء بعضهم الیٰ زیارته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فلم یدخل المدینة بل زار من خارجها ادبا منه رحمه الله تعالیٰ مع نبیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقیل له الاتدخل؟ فقال امثلی یدخل بلد سید الکونین صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا اجد نفسی تقدر علیٰ ذٰلك اوکما قال[1]

یعنی بعض صالحین زیارت نبی اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے حاضر ہوئے تو شہر میں نہ گئے بلکہ باہر سے زیارت کرلی اور یہ ادب تھا اس مرحوم کا اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ، اس پر کسی نے کہا اندر نہیں چلتے، کہا کیا مجھ سا داخل ہو سید الکونین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے شہر میں، میں اپنے میں اتنی قدرت نہیں پاتا ہوں۔

**مثال ۶:** اسی میں ہے:

قال لی سیدی ابومحمد رحمه الله تعالیٰ لما ان دخل مسجد المدینة ماجلست فی المسجد الا الجلوس فی الصلوٰة اوکلاما هذا معناه ومازلت واقفا هناك حتی دخل الرکب[2]

یعنی مجھ سے میرے سردار ابومحمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا میں جب مسجد مدینہ طیبہ میں داخل ہوا جب تک رہا مسجد شریف میں قعدۂ نماز کے سوا نہ بیٹھا اور برابر حضور میں کھڑا رہا جب تک قافلہ نے کوچ کیا۔

**مثال ۷:** اس کے متصل انھیں امام سے نقل کرتے ہیں:

ولم اخرج الی بقیع ولا غیرہ ولم ازر غیرہ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وکان قد خطر لی ان اخرج الی بقیع الغرقد فقلت الی این اذهب؟ هذا باب الله تعالیٰ المفتوح للسائلین والطالبین والمنکسرین و المضطرین والفقراء والمساکین و

میں حضوری چھوڑ کر نہ بقیع کو گیا نہ کہیں اور گیا نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا کسی کی زیارت کی اور ایک دفعہ میرے دل میں آیا تھا کہ زیارت بقیع کو جاؤں پھر میں نے کہا کہاں جاؤں گا یہ ہے اللہ کا دروازہ کھلا ہوا سائلوں اور مانگنے والوں اور دل شکستوں اور بیچاروں اور مسکینوں کے لئے اور وہاں

---

[1] المدخل فصل فی الکلام علیٰ زیارۃ سید الاولین والآخرین دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۵۴

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۲۵۹

لیس ثم من یقصد مثلہ فمن عمل علیٰ ھذا ظفر و نجح بالمامول و والمطلوب او کما قال[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کون ہے جس کا قصد کیا جائے، فرماتے ہیں پس جو کوئی اس پر عمل کرے گا ظفر پائے گا اور مراد و مطلب ہاتھ آئے گا۔

اب فقیر سرکار قادریہ غفر اللہ تعالیٰ لہ بھی اس فتوے کو انھیں مبارک لفظوں پر ختم کرتا ہے کہ جو کوئی اس پر عمل کرے گا ظفر پائے گا اور مراد و مطلب ہاتھ آئے گا اِن شاء اللہ تعالےٰ۔ اور اپنے رب کریم تبارک وتعالےٰ کے فضل سے امید رکھتا ہے کہ یہ فتویٰ نہ صرف قیام ہی میں بیان کافی و برہان شافی ہو بلکہ بحول اللہ تعالیٰ اکثر مسائل نزاعیہ میں قول فیصل پر مشتمل ہدایت ہو جائے، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ وسراج افقہ سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین، اٰمین، اٰمین!

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

محمدی حنفی سنی قادری
عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں



## نقل عبارات ومواہیر فضلائے بدایوں وعلمائے رامپور وغیرہم

ذٰلك الجواب العجاب ھو الصواب لاریب فیہ ولا ارتیاب فللّٰہ در المجیب المثاب حیث اتی بالتحقیق الحق فیما اجاب۔ العبد محمد گوھر علی عفی عنہ

مولوی گوھر علی ۱۲۹۹

الحمد للہ ما اجاب بہ مولٰینا المحقق واستاذنا المدقق دام فضلہ ومد ظلہ فھو الحق فلا فریہ وخلاف باطل بلا مریہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد اللہ عفی عنہ

عبد اللہ عفی عنہ ۱۲۹۹

---

[1] المدخل فصل فی الکلام علیٰ زیارۃ سید الاولین والآخرین دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۹

لله در المجیب المثاب حیث افاد واطاب واجاد واباد اھل الجحود المستحقین للعقاب۔

۱۲۹۹
محمد ارشاد حسین احمدی

المجیب مصیب ومثاب والجواب صحیح وصواب۔
حررہ الفقیر الحقیر المظفر مطیع رسول اللہ القادر المدعو بمحمد عبدالمقتدر العثمانی القادری الحنفی غفر اللہ تعالٰی بجاہ نبیہ الکریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم۔

عبدالمقتدر

اصاب من اجاب
حررہ الفقیر عبدالقادر انصاری

محمد عبدالقادر محب رسول قادری

الجواب صواب

۱۲۸۵
امداد حسین

قد اصاب من اجاب

۱۳۰۲
حافظ بخش محمد

صح الجواب بلا ارتیاب

۱۲۹۸
عبدالرزاق بن عبدالصمد



نعم الجواب وجد التحقیق للتصدیق والصواب واعری النھار لعروۃ وثقی لطالب الرشد وتستغنی بہا عما سوی کیف لا ومن لہ ادنی بصیرۃ وروی فانہ یریہا احدی من تفاریق العصار یہتدی بہا الی صراط مستقیم وطریق السوی ومن جعل اللہ لہ نور عین بصیرۃ یکحل الانصاف والتقی فانہ لاحمد رضا الفاضل المجیب الذی بذل جہدہ للحق وسعٰی وجمع الادلۃ واوفی واتی بتحقیق مرضی واستقصی حق صار بمقابلۃ اھل الضلال ومصداقا للقول السائر المثل السائر لکل فرعون موسٰی وکذٰلک یحق اللہ الحق ویقذفہ علی الباطل فیہ معہ فاذا ھو زاھق واھوی ومن کان فی ھذہ الوریقۃ اعمٰی فھو

فی الاٰخرۃ اعمٰی واضل سبیلا ورب کو اعلم۔ العبد محمد سلامت اللہ

محمد سلامت اللہ ابوالذکا سراج الدین ۱۲۹۶

صح الجواب واصاب من اجاب
کتبہ عبدہ الاواہ محمد شاہ عفی عنہ

محمد شاہ ۱۳۰۴

الجواب صحیح والمجیب نجیح
کتبہ محمد سلطان احمد عفی عنہ

سلطان احمد

---

رسالہ

اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامۃ
ختم ہوا

---